وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

دینِ حق

الحاج پروفیسر سید نواب علی

مصنفِ سیرتِ رسول اللہ، قصص الحق

تاریخ صحف سماوی وغیرہ

ناشر: عثمانیہ بک ڈپو، ۱ ورجیت پور روڈ

کلکتہ ۱

اس کتاب کے جملہ حقوق

انڈیا میں بحق عثمانیہ بک ڈپو کلکتہ

اور

پاکستان میں بحق مکتبہ افکار کراچی

محفوظ ہیں

قیمت :- ایک روپیہ

پہلی بار تعداد ۱۰۰۰

فہرست مضامین دین حق

دیباچہ

باب اوّل۔ اسلام

دعائے خلیلؑ۔ اسلام کے ارکان خمسہ کی تشریح۔ یادحرمین شریفین (نظم

باب دوم قصص قرآنی

خصوصیات چہارگانہ۔(۱) حسن انتخاب (۲) تصحیح وتصرف (۳) لطف تکرار (۴)
اخبار الغیب۔ داستان طوفان عالم

باب سوم۔ انبیائے کرام

حضرت ابراہیمؑ اور قصہ طیور مصری ممی کی تشریح۔ احسن القصص۔ ذکر حضرت یوسفؑ

باب چہارم حضرت خاتم النبیینؐ

نزول وحی کی تشریح۔ موازنہ صحف سابقہ وقرآن مجید۔ آغاز رسالت کی تاریخ
تشریح وتبصرہ۔ خدائے ابراہیم کے دوگھر بیت المقدس اور بیت العتیق (کعبہ
شریف) کے حالات۔ رسم قربانی پر ایک تاریخی نظر۔ (نظم) "مکان لامکاں"

باب پنجم۔ تکمیل دین

عہد رسالت کے دو دور۔ دور مکی اور دور مدنی کے خصوصیات (دو
نظمیں) (۱) قرآن مجید کی عالمی تلقین (۲) درد ملّت

تمّت بالخیر

۷۸۶

دیباچہ

اسلام پر اگرچہ بہت سی قابل قدر کتابیں لکھی گئیں لیکن اس کتاب میں اسلام کو میں نے تاریخی حیثیت سے پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام ہی انبیائے ماسبق کا دین تھا جس کو خداوند کریم نے اپنے پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰت والسلام کے ذریعے سے دین کامل بنا دیا جو اب ہر قوم کے لئے ہر زمانہ میں ایک روحانی برقی روشنی کا کام دے۔ یہ برقی روشنی قرآن مجید ہے اللہ نور السمٰوات والارض نے نبیؐ امی کے قلب پاک پر نازل فرمایا

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ

قطعہ

معنی وحی صاف "علےٰ قلبک" سے ہیں
روح الامین اترتے تھے قرآں لئے ہوئے
تاحشر زندہ معجزہ دنیا میں ہے یہی
ہم ہیں نجات خلق کا ساماں لئے ہوئے

تمام صحف سماوی کے مقابلے میں خود خدا نے قرآن کو اصلی حالت میں محفوظ رکھا ہے جو قیامت تک حفاظ کے سینوں میں صحت و حفاظت کے ساتھ نقش رہیگا بیشک یہ زندہ معجزہ ہے جس کی کوئی مثال دنیا میں نہیں ہے۔ اس کتاب کو میں نے قرآن مجید کی روشنی میں لکھا ہے اور اپنی سابقہ تصانیف سیرت رسول اللہ اور قصص الحق سے مدد لی ہے۔ یہ کتاب بفضلہ برادران ملت کے لئے جو کہیں بھی مقیم ہوں پیش کی جاتی ہے۔ خدائے کریم اس کو مقبول خاص و عام فرمائے

فقط

سید نواب علی

یکم رمضان مطابق ۲۴ اپریل ۱۹۵۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

اسلام

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ یہی ملت ابراہیمیؑ تھا اور آپ نے اس کے ماننے والوں کو "مُسلمین" کا لقب دیا وجہ تسمیہ کا دلچسپ واقعہ جو سورہ انعام میں مذکور ہے اسکی تشریح مندرجہ ذیل ہے

جس زمانہ میں وہم و شرک کی تاریکیوں نے انسانی دل و دماغ پراگندہ کر دیا تھا قدیم کلدانیوں میں اجرام سماوی کی پرستش اور ان کے نام پر پتھر کی مُورتیں بنا بنا کر بتخانوں میں پُوجنے کی بلا پھیلی ہوئی تھی

سن عیسوی سے دو ڈھائی ہزار برس قبل سردار کاہن آزر بُت تراش کو خدا نے ایک فرزند عطا فرمایا جس کا نام ابراہیمؑ رکھا گیا۔ بچپن سے خدا نے آپ کو ایسا قلب سلیم اور دماغ روشن عطا فرمایا تھا کہ آپنے اجرام سماوی اور اُن کی

بے حس و حرکت پتھر کے مورتوں کی پرستش کی برائی اپنے باپ اور قوم کو سمجھانا شروع کی۔ ایک شب کو خدا نے آپ کو زمین اور آسمان کے ملکوت کا نظارہ دکھایا جس کا ذکر سورۂ انعام میں اس طور سے مذکور ہے :۔

ایک شب کو آپ نے آسمان کی طرف دیکھکر ستاروں کی چمک دمک خاص کر زہرہ پر غور کیا اور دل میں کہنے لگے میری قوم ان کو دیوتا مانتی ہے۔ اچھا زہرہ چمکدار دیوتا ہے مگر جب چاند نکلا تو اس کی چمک کے سامنے زہرہ کی روشنی ماند پڑگئی تب آپ نے کہا زہرہ نہیں چاند کو دیوتا ماننا چاہئے لیکن جب صبح کو سورج نکلا تو چاند پھیکا پڑگیا تب آپ نے کہا چاند بھی نہیں سورج بڑا دیوتا ہے اور کیسا پُرجلال ہے اور نفع بخش مگر جب شام ہوئی اور سورج بھی غائب ہوگیا اور ہر طرف تاریکی پھیل گئی تو آپ کا قلب صافی بول اُٹھا ان میں سے کوئی بھی دیوتا بننے کے قابل نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس پردۂ زنگاری میں کوئی اور ہی ہے جس کے یہ سب کرشمے ہیں

جو چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

ایسا معشوق کون ہے بس وہ ہے جس کا حسن لازوال ہے اور جس کا پرتو ان اجرام پر پڑتا ہے اور وہ حاضر و غائب سب جگہ موجود ہے میں اسی کو "الوہیم" کے نام سے پکاروں گا۔ میں اس کا جلوہ اپنے آئینۂ دل میں دیکھ رہا ہوں یہ جو اس ظاہر ہیچ ہیں اور حجاب حقیقت نظارۂ ملکوت سے قوی دل ہو کر تب آپ اپنے باپ اور قوم سے صاف صاف کہنے لگے لا اُحب الآفلین۔ میں

ان اجرام سماوی کو جو ایک دوسرے کے مقابلہ میں چھپتے پھرتے ہیں کیوں کر معبود مان لوں۔ دیکھو سورۂ انعام رکوع ۹ آیت ۸۰

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

تحقیق میں نے منہ کیا اس کی طرف جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا سب سے الگ ہوں میں مشرکوں میں نہیں ہوں

دنیا میں پہلے تاریخی موحد جنہوں نے توحید پر استدلال قائم کیا حضرت ابراہیمؑ ہیں جنہوں نے "دین حنیف" (یعنی ایک خدا کی طرف منہ کر کے پرستش کرنے والا) کی بنیاد قائم کی جس کے باعث قوم آپکی دشمن جان بن گئی تب آپکا باپ جیساکہ سورۂ مریم میں مذکور ہے کہنے لگا اب تو یہاں سے نکل جا۔ آپ اس کو سلام کر کے کہنے لگے میں جاتا ہوں اور تیرے لئے اپنے خدا سے مغفرت کی دعا مانگوں گا

دُنیا میں دین کے مقابلہ میں سب سے پہلے مہاجر حضرت ابراہیمؑ ہیں آپ شام کے ملک میں آباد ہوگئے اور خلیل اللہ مشہور ہوئے۔ اپنے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو آپنے عرب کے وادی فاران میں بسایا پھر باپ بیٹے نے مل کر خدائے واحد کی عبادت کیلئے دنیا میں پہلا بیت اللہ بنایا جیساکہ سورہ بقر میں ہے:-

دُعائے خلیل

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ

اور جب ابراہیم اور اسمٰعیل نے خدا کے گھر کی بنیاد اونچی کی۔ خداوندا ہماری خدمت قبول فرما تو سننے والا

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورۂ بقر آیت ۷ ، ۱)

جاننے والا ہے ۔ پروردگار ہم دونوں کو اپنا تابعدار رکھ اور ہماری اولاد کو بھی اپنی امّت مسلمہ بنا اور ہمیں مناسک حج کیا اور ہم کو معاف فرما تو گناہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے خداوندا ان میں ایک رسول اٹھا جو تیری نشانیاں بتائے کتاب و حکمت سکھائے اور ان کو پاک بنائے تو عزت والا حکمت والا ہے ۔

احکم الحاکمین اپنے خلیلؑ کی دعا کیوں نہ قبول کرتا وہ تو ارحم الراحمین رب العالمین ہے فاران کی وادی بے زرع میں زمزم کا چشمہ نکل آیا جس نے اس کو سرسبز کر دیا ۔ آبادی ہو گئی بیت اللہ مقام بکہ میں بنایا گیا تھا جو شہر مکہ بن گیا بیت اللہ جو ایک بے چھت کی چار دیواری تھی کعبہ بن گیا جو ہمارا قبلہ ہے اور قیامت تک رہیگا حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل پھلی پھولی ۔ حکمراں اور کعبہ کی متولی بن گئی ۔ پانچویں صدی عیسوی میں قریش کا خاندان طاقتور اور سربرآوردہ تھا اسی خاندان میں ۵۷۰ء میں سرور کونین محبوب کبریا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے اور چالیس سال کی عمر میں خلعت رسالت سے سرفراز ہوئے اور قرآن مجید جو سارے عالم کے لئے رب العالمین کی آخری

کتاب پاک سے نازل ہونا شروع ہوا تیرہ سال مکہ معظمہ میں پھر بعد ہجرت دس سال مدینہ منورہ میں اس طور سے ۲۳ سال میں پورا کلام اللہ نازل ہوا یہود اور نصاریٰ جو اہل کتاب تھے یوں کہنے لگے وَقَالُوْا کُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصَارٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّتَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (یعنی کہنے لگے یہودی بن جاؤ یا نصرانی ہدایت پاؤ گے۔ کہدے (اے رسول) ملت ابراہیم حنیف تھا وہ مشرکین میں سے نہ تھا) واقعی عیسائی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہنے لگے جیسے مشرکین کے دیوتا اہل دعیاں کہتے تھے اور یہودی اپنے ربیّن اور احبار کے احکام بمنزلہ احکام الٰہی سمجھتے اور عزیر کو نصاریٰ کے مقابلہ میں خدا کا بیٹا کہنے لگے حالانکہ مسیحؑ سچے پیغمبر اور عزیرؑ بھی سچے نبی تھے پھر طرہ یہ کہ یہود کہنے لگے نصاریٰ ہیچ ہیں اسیطرح نصاریٰ کہنے لگے یہودی ہیچ ہیں۔ رسول اللہؐ نے جب ان کو یہ حکم قرآنی سنایا۔ حضرات ابراہیمؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ اسحٰقؑ۔ یعقوبؑ۔ یوسف اور اسباط یہ سب حنیف مسلم تھے مشرک نہ تھے پھر اہل کتاب سے قرآن نے یوں فیصلہ کرنے کے لئے کہا

قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا	اے اہل کتاب ایک بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں برابر ہے آؤ۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اس کا کوئی شریک نہ سمجھیں اور بعضوں کو بعضوں میں سے

فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ
(سورہ آل عمران رکوع، آیت ٦٣)

اللہ کے سوا رب نہ مانیں پھر اگر وہ ہٹ جائیں تو کہہ دو گواہ رہنا ہم مسلم ہیں۔

مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ
(آیت ٦٦-٦٧)

ابراہیمؑ نہ یہودی تھے نہ عیسائی لیکن وہ حنیف مُسلم تھے اور مشرک نہ تھے۔ ابراہیمؑ کی جنہوں نے پیروی کی وہ اولیٰ ہیں اور یہ نبی ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور اللہ ایمان والوں کا ولی ہے

مگر اہل کتاب کی ضد۔ جہالت اور ہٹ دھرمی نے ان کو حقیقت سے دُور رکھا اور وہ صرف اسلام سے متنفر بلکہ اس کے مٹانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اگرچہ مسلمانان عالم باہمی نااتفاقی اور فوجی طاقت وساز و سامان کی کمی کے باعث کمزور ہیں لیکن قرآنی وعدۂ الٰہی سچّا ہے

وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا
(سورہ الفتح آیت ٢٨)

اور اللہ کا دین سب ادیان پر البتہ غالب ہوگا اور اللہ اس کا گواہ کافی ہے۔

اسلام کے ارکان خمسہ

اللہ تعالےٰ نے انسان کو پانچ حواس عطا فرمائے اور اپنے دین کے لئے بھی پانچ ارکان مقرر کئے ہیں جنکی تفصیل درج ذیل ہے

(۱) کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ یعنی کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے اور محمد اس کے رسول ہیں۔ توحید اور رسالت کا یہ بے مثل جامع کلمہ ہے اگرچہ انبیاء ماسبق اور ہادیان ملت توحید کی تعلیم اقصائے عالم میں دے چکے لیکن وہ کچھ ایسی تھی کہ بہت جلد اس میں خرابیاں پیدا ہو گئیں اور شرک کی تاریکی نے گھیر لیا اسی طرح رسالت کے مقابلہ میں انسانی رسول کو خدائی کے درجہ پر ان کے متبعین نے رفتہ رفتہ پہونچا دیا لیکن ہمارے رسول کریم نے ایسے فصیح و بلیغ پیرایہ میں توحید فی الذات توحید فی الصفات اور توحید فی العبادت کی تعلیم ایک چھوٹی سی سورۃ اخلاص میں ایسی سچی اور موثر انداز سے دی جس کی نظیر نہیں ملتی

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

تو کہہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ کسی کو جنا۔ نہ کسی سے جنا۔ اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی۔

اسی لئے قل ہو اللہ کی سورت قرآن پاک کا ⅓ حصہ ہے۔ یہ ہے توحید کامل جو سابقہ خرابیوں سے مبرا اور حقیقت کا مہر درخشاں ہے جو قیامت تک چمکتا رہے گا۔ اسی طرح رسالت کے مقابلہ میں خدا نے آخری رسول کے درجہ کی ایسی وضاحت کر دی جو غلط فہمیوں سے قطعاً پاک ہو گئی۔ ہم پنجوقتہ پڑھتے ہیں محمد عبدہٗ و رسولہٗ عبدیت کا یہ یقین توحید کامل کا جزو لا ینفک ہے۔ توحید کامل ایک رائج الوقت سکہ ہے جس پر رسالت کا یہ نقش خود خدا نے کندہ کر دیا ہے اس کے مقابلہ میں تمام سابقہ سکے کھوٹے

کھرے اب سب ٹکسال باہر ہیں۔ سبحان اللہ کیا پیارا کلمہ ہے لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

(۲) نماز ۔ ہر روز پانچ وقت کی نماز جان عبادت ہے۔ کعبہ شریف میں آج بھی "مقام ابراہیمؑ" مصلّی ہے[1] اور قیامت تک رہے گا۔ دنیا میں فحش و منکر[2] عام طور سے پھیلے ہوئے ہیں نماز کی پابندی ان کو روکتی ہے۔ عبد و معبود میں براہ راست تعلق پیدا کرتی ہے۔ سحرخیزی اور پابندی اوقات سکھاتی ہے۔ یہ ایک روحانی ڈرل ہے جو تنظیم اور اطاعت کی تعلیم دیتی ہے۔ اس کی لذّت کا کیا پوچھنا دنیا میں یہ معرفت کی بادۂ طہور ہے ع

ذوقِ ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی

ہمارے رسولؐ پاک کی چشم خدا بیں کی قرۃ عین[3] تھی اور آپ کے طفیل میں معراج مومنین[4] ہے

(۳) روزہ ۔ امیر ہو یا غریب بادشاہ ہو یا فقیر سب کو بھوک پیاس کی یکساں تکلیف ہوتی ہے لیکن جب پیٹ بھرتا ہے برائیاں بھی خوب سوجھتی ہیں۔ روزہ اور پھر مسلسل ایک ماہ تک ماہ رمضان المبارک میں ایک مجرب آسمانی نسخہ ہے جو حیوانی قوتوں کو قابو میں لاتا ہے اور صبر کی خوب تعلیم دیتا ہے۔ امیروں کو غریبوں کی تکلیف کا ذاتی تجربہ سکھاتا ہے اور باہمی اعانت اور ہمدردی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ روزہ اور قوموں[5] میں بھی تھا مگر اسلامی روزہ کی شان نرالی ہے۔ سحر کا لطف افطار کا مزہ ذکر و فکر کی لذّت غرضکہ رمضان کا مہینہ عجب بابرکت مہینہ ہے خدا نے قرآن مجید کو اسی ماہ مبارک[6]

---

[1] واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی [2] ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر [3] وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ [4] الصلوٰۃ معراج المومنین [5] شھر رمضان انزل فیہ القرآن - انا انزلناہ فی لیلۃ القدر [6]

میں نازل فرمایا۔ اسی میں شب قدر ہے جو ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے ملائکہ کا نزول اور شب زندہ داروں سے مصافحہ۔ اللہ اللہ کیا رحمتِ الٰہی ہے روزہ دار کو خدا خود بدلہ دیتا ہے بلکہ خود ہی اس کو مل جاتا ہے

(۴) **زکوٰۃ** ۔ اس کے لفظی معنی پاکی اور صفائی کے ہیں۔ زکوٰۃ اور نماز کا ذکر جابجا قرآن مجید میں ایک ساتھ آیا ہے۔ نماز سے دل کی پاکی اور صفائی ہوتی ہے اور زکوٰۃ خدا کے نام پر اس کے حاجتمند بندوں کو اس مال سے جو عطائے الٰہی ہے دینا دل میں محبت الٰہی پیدا کرتا ہے۔ زکوٰۃ باقاعدہ انتظام موافق شرع شریف اور قیام بیت المال اور ایمان داری کے ساتھ حساب وکتاب رکھ کر اس کا خرچ ملت کے لئے فلاح دارین کا باعث ہے زکوٰۃ کے آٹھ مصرف قرآن مجید کے سورہ توبہ میں صاف مذکور ہیں۔ زمانہ حال میں اقتصادی اور جمع خرچ کی پیچیدگیاں خالصًا لوجہ اللہ حل کر کے وسعت نظر کے ساتھ اجتہادی رنگ میں سرگرم عمل ہونا چاہیئے ورنہ مال کی محبت طرح طرح کی بہانہ بازیاں سکھائے گی۔ عارف رومؒ نے خوب کہا ہے

چیست دنیا از خدا غافل بودن　　نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

(۵) **حج** ۔ خدا سب جگہ ہے اور کسی جگہ محدود نہیں۔ کعبہ شریف لامکان کا مکان ہے جس کو خدا کے خلیلؑ نے بنایا تھا اور جہاں اخوت، مساوات اور مختلف اقوام کا ایک ساتھ سالانہ مشغول عبادت ہونا آج تک نظر آتا ہے اور آتا رہے گا۔

ے لیلۃ القدر خیر من الف شہر ۞ تنزل الملائکۃ والروح فیہا باذن ربہم ۞ الصوم لی وانا اجزی بہٖ

ے آٹھ مصرف ہیں انما الصدقات للفقراء (سورہ توبہ ۱۰ پارہ)

یادِ حرمین شریفین

(ایک نظم)

یہی وہ بیت اول ہے جو مرکز ہے ہدایت کا
یہی قبلہ ہے جو قبلہ نما ہے سمت وحدت کا

مکاں اسکا ہے جسکو لامکاں کہتے ہیں عالم میں
حرم کیا ہے حقیقت میں ایک آئینہ ہے حیرت کا

یہی دار الاماں ہے انقلاب دہر میں بیشک
یہی ہے مدرسہ الحق مساوات و اخوت کا

طواف[۱] کعبہ سے پیدا ہے بے تابی دل ہر دم
عیاں ہے سعی[۲] سے ایک والہانہ شوق طاعت کا

کبھی احرام سے کیا خوب تصویر عبودیت
وہی جلوہ نظر آتا ہے اب تک دین فطرت کا

وہی ہے لا احب[۳] الآفلین کی گرمی محفل
یہی اللہ اکبر ہے مقام خاص خلت کا

گری بجلی تھی جو سینا[۴] پہ وہ فاراں پر چمکی
جو نغمہ قدس[۵] میں تھا اب وہ کلمہ ہے شہادت کا

جو تھا داؤد کا اعجاز اب دل موم کرتا ہے
جو خاتم جم کی تھی اب نقش ہے مہر نبوت کا

جو اعجاز مسیحا تھا حیات طیبہ اب ہے
جو اک بے زرع[۶] وادی تھی وہ اب زمزم ہے رحمت کا

مدینہ منورہ

یہی وہ سرزمین ہے ذرہ ذرہ جسکا تاباں ہے
فلک کہئے کہ خورشید رسالت اس میں پنہاں ہے

یہاں کی خاک ہے خاک شفا رحمت کا عالم ہے
یہاں پانی ہے جنت کا تر و تازہ دل و جاں ہے

فقیر بے نوا بھی اس کا مہمانی پر آمادہ
وہ جلوہ یوثرون[۷] کا آج تک دیکھ لو یاں ہے

مدینہ کی در و دیوار وہ طور تجلی ہے
بجائے لن ترانی جلوۂ دیدار جاناں ہے

---

[۱] طواف کعبہ [۲] سعی [۳] لا احب [۴] سینا رب ارنی تجلی — صحف الخ [۵] مزامیر زبور [۶] بواد غیر ذی زرع [۷] ویوثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ

جو خوان مائدہ[۱] تھا وہ یہاں الفقر فخری ہے   جو تھا داؤدؑ کا نغمہ یہاں الحان قرآں ہے
وہ صدق و عدل و حلم کے جوہر یہاں چمکے   یہاں جلوہ نما صدیقؓ علےٰ محبوب رحمٰن ہے
ادب سے چل یہاں وہ زندۂ جاوید سوتے ہیں   کہ جن کے نور کی تابش سے روشن عالم جاں ہے
زیارت یادِ اوصاف بزرگاں کی ہے اک تجلی   کہ جسکے تار اشک خون سے روشن بزم ایماں ہے

الٰہی علم نافع قلب خاشع کر عطا مجھ کو
شریعت کو سکھا مجھ کو حقیقت کو دکھا مجھ کو

---

[۱] ربنا انزل علینا مائدۃ

باب دوم

(قصص قرآنی)

ہیرے اور کوئلے کی اگر کیمیادی تحلیل کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں ایک ہی کاربن کا مادّہ ہے لیکن ترکیبی تنوع کی بنا پر دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے ایک تاج کی زینت ہے اور دوسرے سے چولھا جلتا ہے۔ قصص قرآنی کو اگر حقیقت کی خوردبین سے دیکھیں تو صاف نظر آتا ہے کہ ان کا مادہ وہی ہے، جو اہل کتاب کے افسانوں کا ہے لیکن ترکیبی صورت نے ان میں اعجاز بلاغت سے ایسی شان امتیازی پیدا کر دی ہے جس کی قدر و قیمت کا اندازہ اہل جوہر کر سکتے ہیں۔

ہماری تفاسیر میں ابتدا ہی سے یہود و نصاریٰ کی بے سر و پا روایات جن کو اسرائیلیات کہتے ہیں ایسی شامل ہو گئی ہیں (جیسے سچے موتیوں کی لڑی میں کوئی جھوٹے موتی ملا دے) جس کو بجز محققین علماء کے دوسرے پہچان

نہیں سکتے شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ اپنی فوز الکبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک عارف کا قول ہے کہ جب سے علم تجوید کا رواج ہوا قرآن کا خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھنا جاتا رہا اور اسی طرح جب سے تفاسیر میں اسرائیلیات شامل ہوگئیں حقیقت پر پردہ پڑ گیا۔ ہمارے زمانہ میں ایک اور بلا پھیل گئی ہے۔ مغربی علوم اس برقی روشنی کی طرح ہم کو لے جھکی بقول لسان العصر اکبر مرحوم یہ حالت ہے۔ ع

"روشنی آتی ہے اور نور چلا جاتا ہے"

واقعی اعجوبہ پرستی کے مقابلہ میں واقعہ بینی تو آئی لیکن نور بصیرت کافور ہوگیا مغربیت کے نشہ میں ہم ایسے چور ہیں کہ قصص قرآنی کو تورات و اناجیل کے افسانوں کی نقل کہنے لگے اور آیات قرآنی کو کھینچ تان کر معلومات سائنس سے تطبیق دینا چاہتے ہیں۔ کاش ہم سمجھیں کہ یہ علوم حجاب اکبر ہیں!۔

اہل نظر آئیں اور قصص قرآنی کی خصوصیات پر جس کو ہم درج ذیل کرتے ہیں غور سے پڑھیں

خصوصیات چہارگانہ | اوّل حسن انتخاب

داستان سرائی انسان کا فطری شوق ہے اور ہر زمانہ میں ہر قوم نے اپنے مبلغ علم کے مطابق اس کا اظہار کیا ہے۔ متقدمین کے یہاں اگر قصص و حکایات اور امثال کی کثرت تھی تو متاخرین کے یہاں افسانے ڈرامہ ناول اور چھوٹی چھوٹی نفسیاتی کہانیوں کے انبار ہیں۔ قرآن مجید

کی تعلیم میں چونکہ فطرت انسانی کا لحاظ رکھا گیا ہے اس لئے قصص بھی مذکور ہیں لیکن وہی قصص جو امم سابقہ کے عروج و زوال اور ان کے افعال کے نتائج کے متعلق ہیں اس طور سے بیان کئے گئے ہیں جن سے "تفکر" اور عبرت حاصل ہو۔ نہ محض داستان سرائی کی لذّت۔ مثلاً آنحضرت صلعم سورۂ ہود کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ اس نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ واقعی سورۂ ہود جس میں قدیم اقوام کی تباہی اور بربادی کا ذکر ہے ایک مرقع عبرت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم عاد کا کبر و نخوت اور ظلم و جور۔ قوم ثمود کی خود بینی، ہٹ دھرمی۔ ضد اور قساوت۔ قوم لوط کا فسق و فجور۔ تعیش اور شرارت اور قوم مدین کی حرص و طمع بد دیانتی اور مفسدہ پردازی غرضکہ یہی وہ سب صفات ذمیمہ تھے جنہوں نے نہ صرف ان اقوام سابقہ کو برباد کیا بلکہ قدیم ہندوستان کے چھتریوں کی زبردست قومیں۔ ایران کے کیانی اور ساسانی سلاطین اور روما کے جبّاروں کو بھی خاک میں ملا دیا۔ تاریخ کی یہ خونی داستانیں اور ہولناک واقعات نہ صرف قدماتک محدود ہیں بلکہ آج بھی بغداد و قرطبہ کے ویرانوں اور بیجاپور کے گول گنبد سے یہی صدائیں آرہی ہیں۔ مگر افسوس موجودہ اقوام عالم جو قومیت اور حب جاہ کے نشہ میں چور اور نفرت اور عداوت کے جذبات سے مشتعل ہیں اقوام عالم میں ہولناک جنگ کے شعلے بحر و بر اور ہوا میں بھڑکا رہے ہیں۔ اور اس خاکدان فانی کو آتش خانہ جہنم بنا رکھا ہے فاعتبروا ــــــ!

داستان عبرت سنی اب قرآنی حسن انتخاب کا ایک اور جلوہ دیکھو

قدمائے زمین و آسمان اور عالم کے تخلیق اور بحر و بر کے عجائبات کے متعلق ایسی دور از کار روایات اور اعجوبہ پرستی سے بھرے ہوئے قصے کہانیاں اپنی مذہبی کتابوں اور دیومالاؤں میں درج کی ہیں جو زیادہ تر مضحکہ خیز اور لغو ہیں لیکن دیکھو کہ قرآن مجید نے عالم خلق و امر کے متعلق قوانین قدرت اور نظام و ترتیب تخلیق کی طرف ذہن انسانی کو منتقل کیا اور موثر پیرایہ میں علوم و معارف کے انکشافات کا شوق آیات قرآنی میں وحی فرمایا۔ زمانہ حال کے مصری عالم سائنس علامہ طنطاوی نے اپنی تفسیر میں اس قسم کے آیات کا شمار ۷۵۰ کے قریب دکھا کر حقائق سائنس سمجھائے ہیں۔ ذیل میں ہم سورۂ روم کی اس قسم کی آیات چند درج کرتے ہیں۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ	اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تم اب آدمی ہو کر پھیل پڑے
وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ	اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمہاری بیبیاں تم ہی میں سے بنائیں اس لئے کہ تم ان کے پاس چین کرو اور تم میں الفت اور محبت رکھی۔ بیشک ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں نشانیاں ہیں
وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ	اور اسکی نشانیوں میں ہے

آسمان اور زمین کا بنانا ہے۔ اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا الگ الگ ہونا۔ بیشک ان باتوں میں علم والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ.

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے جو رات اور دن کو تم سو جاتے ہو اور بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں اس کی نشانیاں ہیں

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم کو ڈرانے اور امید دلانے کیلئے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اس پانی سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مرنے کے بعد بیشک ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں اس کی نشانیاں ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ کھڑا ہے آسمان اور زمین اس کے حکم سے پھر جب پکارے گا تم کو ایک

الْاَرْضِ اِذَا اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ. وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ. وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ط

بار زمین میں سے اسی وقت نکل پڑو گے اور اسی کا ہے جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں سب اسی کے حکم کے تابع ہیں اور وہی ہے جو پہلی بار بناتا ہے پھر اسی کو دہرائے گا اور وہ آسان ہے اس پر اور اسکی شان سب سے اوپر ہے اور آسمان اور زمین میں اور وہی ہے زبر دست حکمتوں والا

دوم تصحیح و تصرف

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کی جلد دوم طبع جدید میں جو فاضلانہ مضمون تحریر کیا گیا ہے اس میں لکھا ہے کہ عرصہ دراز تک کتب مقدسہ کا مطالعہ جرح و تعدیل کے مستند اصول سے محروم رہا۔ یہود محض اس عبرانی نسخے کی پیروی کرتے تھے جس کی نسبت یہ مشہور تھا کہ غالباً دوسری صدی عیسوی میں جمع کیا گیا اور بعد ازاں احتیاط سے محفوظ رکھا گیا لیکن اس نسخے میں چند تحریفیں تو ایسی ہیں جو اب صاف نظر آتی ہیں۔ اور غالباً ایک کافی تعداد تک ایسی تحریفیں اور بھی موجود ہیں جن کی شاید اب یا کبھی پورے طور پر قلعی کھل نہ سکے۔

دیکھو یہ اعجاز قرآنی ہے کہ اس نے نزول کے بعد ہی اسی زمانہ میں تحریفات کی قلعی کھول دی تھی مثلاً عہد عتیق کی کتاب خروج میں حضرت موسیٰ ؑ

کے بھائی اور پیغمبر حضرت ہارون کو گوسالہ بنانے والا لکھدیا مگر قرآن کہتا ہے کہ گوسالہ سامری نے بنا کر بنی اسرائیل کو گمراہ کیا تھا حالانکہ حضرت ہارونؑ نے منع فرمایا تھا مگر انھوں نے نہ سُنا پھر جب حضرت موسیٰؑ کوہ طور سے الواح توریت لے کر آئے تو بعد تحقیقات سامری کو سزا دے کر نکال دیا۔
اسی طرح عہد عتیق کے کتاب صموئیل دوم میں حضرت سلیمانؑ کو اپنی بیگموں کے خاطر بُت پرست لکھدیا حالانکہ قرآن کہتا ہے وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا (اور سلیمان نے کفر نہیں کیا لیکن شیطانوں نے ان کے عہد میں کفر پھیلایا۔

قرآن مجید کی تصحیحات زمانہ حال کے محققین یورپ تسلیم کرتے ہیں لیکن اہل کتاب پھر بھی سچی وحی الہٰی کے مقابلہ میں جھوٹی تحریفات آج تک کلیسا اور گرجا میں پڑھتے ہیں اور خدائے پاک کے ان سچے پیغمبران برحق کو جن کی عصمت و پاکیزگی کی گواہی قرآن نے دی اپنی جہالت اور ہٹ دھرمی سے نہیں مانتے

قصص میں دلکشی زیادہ تر حسن و عشق کی داستانوں سے ہوتی ہے لیکن قدیم داستانوں کے پھول ناپاک بیانات کے کانٹوں سے اُلجھے ہوئے ہیں خصوصًا جب شعرا طبع آزمائی کریں خواہ وہ مومن ہوں یا دیانتی بھی۔

قرآن مجید میں اوّل تو اس قسم کے قصص مذکور نہیں لیکن سورہ یوسفؑ میں جہاں یہ ذکر ہے وہاں اس بلیغ پیرایہ میں حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی اور عزیز مصر کی عورت کی فریفتگی پھر اس کے اقدام جرم کا اقرار

اس لطیف انداز سے مذکور ہے کہ گویا کانٹوں کو ہٹا کر پھول چن لئے ہیں برعکس اس کے توریت کی کتاب پیدائش میں جہاں حضرت یعقوبؑ کی اولاد کا ذکر ہے وہاں ایک پورا باب حضرت یوسفؑ کے بھائی یہودا اور اس کی بہو کی حرامکاری کی شرمناک داستان سے محرف ہے حالانکہ قرآن پاک نے ذکر یوسفؑ میں اس ناپاک داستان کو قطعاً حذف کر دیا ہے یہ ہے قرآن مجید کی مابہ الامتیاز داستان سرائی۔ سبحان اللہ

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (سورۂ نمل)

یہ قرآن بنی اسرائیل کو وہ قصے سناتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور بیشک وہ ہدایت اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے

سوم۔ لطف تکرار

قرآن مجید میں ایک ہی قصہ متعدد سورتوں میں بار بار کہیں بطور اجمال اور کہیں بطور تفصیل مذکور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مقصود اصلی قصہ خوانی نہیں ہے بلکہ سامع کے ذہن کو مطیع بندوں پر لطف و انعام خداوندی اور ظالموں پر قہر و عذاب الٰہی کی طرف منتقل کر کے ایک قلبی کیفیت پیدا کرنا ہے پھر جس سورت میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے نئے نئے اسلوب بیان سے قادر الکلامی سے مقصود اصلی کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے جس سے سامع کو لذت تازہ حاصل ہوتی ہے

اس مطلب کی توضیح کے لئے لسان الغیب کے اس شعر پر غور کرو

یک قصہ بیش نیست غم عشق وایں عجب ؛ کز ہر کسے کہ می شنوم نا مکرر است

ایک اور یہی وجہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک ہی قصہ کو بار بار نئے اسلوب سے بیان کرتے وقت اصلیت سے اس طرح آہستہ آہستہ پردہ اٹھایا جاتا ہے کہ داستان سرائی کی لذت کے ساتھ واقعہ کی پوری تصویر سامنے آجاتی ہے مثلاً حضرت ابراہیمؑ اور آگ میں ڈالے جانے کا قصہ یا جیسے بنی اسرائیل کا مصر سے کامیابی کے ساتھ نکل آنا اور فرعون کا غرق ہونا وغیرہ وغیرہ

چہارم - انباء الغیب

قصص قرآنی میں بعض ایسے واقعات مذکور ہیں جن کی اس زمانہ میں کوئی کھلی ہوئی شہادت نہیں ملتی تھی لیکن گذشتہ صدی سے جب مصر و عراق و یمن وغیرہ کے آثار قدیمہ کے انکشافات شروع ہوئے تو ان کی تصدیق عین الیقین کے درجہ پر پہونچ گئی اور معلوم ہو گیا کہ یہ قصہ کی محض گرمی سخن نہ تھی بلکہ یہ غیب کی خبریں تھیں مثلاً طوفان نوحؑ کے قصہ میں زرمیہ غلقمش اور اس کے سنگی کتبے۔ یا مثلاً فرعون کی ممی کا ملنا یا مثلاً آل فرعون کے مرد مومن کا تاریخی ثبوت مل جانا۔ ذیل میں ہم قصہ طوفان کی تشریح سے غیب کی جو خبریں جس طور سے ظاہر ہوئیں بیان کر کے مذکورہ بالا دعوے کو ثابت کرتے ہیں۔ باقی مثالیں ہماری کتاب قصص الحق میں پڑھو۔

داستان طوفان عالم | کہتے ہیں آج جہاں سمندر ہے مثلاً بحر روم یا

بحر الکاہل وہاں پہلے زمین تھی اور جہاں زمین اور پہاڑ ہیں مثلاً دامن کوہ ہمالیہ وہاں بحر مواج تھا۔ ایسے طوفان حوادث ہیں جنکی شہادت علوم جدیدہ بھی دیتے ہیں طوفان نوحؑ کی داستان خیالی نہیں ہو سکتی خصوصاً جب کہ دنیا کی قدیم اقوام ایشیا اور یورپ کی کتب مذہبی میں جزئی اختلافات کے ساتھ اس کا ذکر یکساں منقول ہے

مثلاً مہابھارت میں لکھا ہے کہ رشی منو جنہوں نے دس ہزار برس تک تپسیا کی ہے ان سے ایک دن ایک چھوٹی سی مچھلی نے کہا کہ مجھے ایک بڑی مچھلی کھا جانا چاہتی ہے اگر بچا لوگے تو ایک بڑا انعام دونگی رشی نے اسے ایک مٹی کی ہنڈیا میں رکھ لیا مگر وہ بڑھنا شروع ہوئی تب اسے تالاب میں رکھا وہاں بھی وہ سما نہ سکی تب اسے گنگا میں ڈالا مگر اس کی جسامت بڑھتی گئی تب اسے سمندر میں ڈالا تب وہ مسکرا کر کہنے لگی کہ دنیا کی تباہی کا وقت آگیا۔ اس لئے ایک کشتی بناؤ اور ایک لمبی رسی باندھو پھر مختلف قسم کے بیجوں کو لے کر تیار رہو میں ایک شاخدار جانور کی شکل میں ظاہر ہونگی اور ایک ہولناک طوفان سے جو آنے والا ہے بچا لونگی چنانچہ منو جی نے ایسا ہی کیا اور جب طوفان آیا تو مچھلی نمایاں ہوئی منو نے اس کے ایک سینگ میں رسّی باندھ دی اور وہ کشتی کو "ہمادت" کی ایک اونچی چوٹی پر حفاظت سے لے گئی اور وہاں یوں گویا ہوئی۔ سن اے منو میں برہما ہوں کائنات کا پیدا کرنے والا میں نے تجھے بنایا ہے اب تو دنیا کو پھر آباد کر چنانچہ منو نے دنیا کو پھر باقاعدہ بنا دیا۔

اب سنو قدیم یونانیوں میں یہ قصہ یوں مذکور ہے کہ ان کا بڑا دیوتا "زیوس" دنیا والوں کے ظلموں اور مکاریوں سے ایسا ناراض ہوا کہ دنیا کو غرق کر دینا چاہا مگر پہلے ایک سن رسیدہ آدمی کو بشارت دی کہ وہ ایک کشتی بنائے اور اپنی بی بی کو لے کر کھانے پینے کی ضروری چیزیں ساتھ رکھ لے جب طوفان عظیم آیا ساری دنیا غرق ہو گئی مگر وہ بوڑھا اور اس کی بی بی بچ گئے۔ کشتی کوہ پرناسوس پر ٹھہری جہاں دونوں اترے اور ایک غار میں رہنے لگے اور دنیا کو اپنی نسل سے پھر آباد کر دیا

قدیم بابل کا قصہ

گذشتہ صدی میں جب بابل کے قدیم آثار کا انکشاف ہوا تو پکی "مٹی کے الواح پر لکھی ہوئی ایک داستان ملی جس میں ایک طوفان عظیم اور دنیا کی تباہی کا چشم دید واقعہ "پیرنہپشتیم" کی زبانی یوں مذکور ہے۔ دریائے فرات کے کنارے قدیم انسانی آبادی تھی۔ دیوتاؤں کی ایک محفل میں طے پایا کہ طوفان عظیم آئے۔ مجھے ایّا دیوتا نے بشارت دی کہ میں اپنا مکان گرا کر اس کی لکڑی سے ایک کشتی بناؤں۔ میں نے کہا نوجوان مجھے بیوقوف بنائیں گے۔ دیوتا نے کہا ان سے کہہ دینا کہ بعل دیوتا غصہ کی حالت میں ایک طوفان برپا کرنا چاہتا ہے مگر ایّا دیوتا مجھے اپنی سرزمین میں محفوظ رکھنا چاہتا ہے غرضکہ دیوتا کی ہدایت کے مطابق میں نے ایک بڑی کشتی بنائی جس میں چھ منزلیں تھیں۔ ہر منزل میں چھ درجے تھے۔ تب میں نے اپنے اہل و عیال۔ نوکر۔ چاکر۔ کھیتوں کے جانور۔ ہر قسم کی بیج اور سونا چاندی

کشتی میں محفوظ کر لیے۔ یکایک موسلا دھار بارش شروع ہوئی۔ میں کشتی میں بیٹھ کر روانہ ہوا۔ زمین پانی ابلنے لگی۔ سمندر میں جوش آ گیا۔ آسمان و زمین عالم آب نظر آنے لگے اور تمام جاندار غرق ہو گئے یہ دیکھ کر ملکہ آسمان استار (یعنی زہرہ) کا دل بھر آیا اور وہ توجہ کرنے لگی افسوس میں نے اپنی مخلوق کو کیوں تباہ ہونے دیا۔ آخر کشتی بہتی ہوئی کوہ نستیر پر ٹھہری تب ہم کشتی سے اتر پڑے اور شکرانہ نجات کی قربانی ادا کی جس کی خوشبو سونگھ کر دیوتا پروانوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔

آیا دیوتا کی سفارش سے بعل دیوتا خوش ہو گیا اور مجھے برکت دی اور دریاؤں کے دہانے سے دور لیجا کر آباد کر دیا۔

قدیم بابل کی یہ داستان "زرمیہ علقمش" کے نام سے مشہور تھی اور گنی فارم یعنی خط پیکانی میں تحریر پائی گئی۔ حضرت مسیح سے چار ہزار برس پیشتر قدیم کلدانیوں کے بادشاہ نے ایک سنگی کتب خانہ جمع کیا تھا جس میں مختلف علوم و فنون کے ساتھ یہ زرمیہ نظم بھی مدفون تھی۔ اور ان کے مختلف بتوں کے مجسمے بھی جن کا ذکر آگے آئے گا۔ توریت کی کتاب پیدائش میں یہی قصہ مذکور ہے۔ مگر دیوتاؤں کے جگہ خدائے واحد پیر نپشتیم کے عوض حضرت نوحؑ۔ کوہ نستیر کے جگہ ارارات درج ہے حضرت نوحؑ قربانی پیش کرتے ہیں اس کی خوشبو سے خدا خوش ہوتا ہے اور فرماتا ہے آئندہ انسان پر ایسی بلائے عظیم نہ نازل ہو گی تو س قزح عہد الٰہی کی نشانی نظر آیا کرے گی

قرآن مجید میں حضرت نوحؑ کا ذکر کئی سورتوں میں درج ہے کہیں تفصیل کہیں اجمال مذکورہ بالا آثار قدیمہ متعلق سنگی کتب خانہ لندن کے عجائب خانہ میں موجود ہیں قرآن مجید کی سورہ نوحؑ میں آپ کی قوم جن میں آپ مبعوث ہوئے تھے ان کے بتوں کے نام یہ درج ہیں (۱) ودّ ایک مرد کی شکل کا بُت (۲) سواع عورت کی شکل کا (۳) یغوث گھوڑے کی شکل کا (۴) یعوق شیر کی شکل کا (۵) نسر گدھ کی شکل کا۔ یہ بُت قدیم کلدانیوں کے تھے جو فرات و دجلہ کے دوآبہ کی سرزمین (موجودہ عراق عرب) میں آباد تھی۔ حضرت نوحؑ اسی قوم میں مبعوث ہوئے تھے اور طوفان عظیم سے ان کی قوم غارت ہوئی نہ سارا عالم کیونکہ قرآن میں "اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ" مذکور ہے۔ ہمارے پیغمبر برحق حضرت محمد مصطفےٰؐ صرف سارے عالم کے لئے مبعوث ہوئے کافۃ "الی الناس" نہ کوئی اور پیغمبر اس لئے طوفان نوحؑ سے خدا ساری دنیا کو کیوں تباہ کرتا۔ قرآن مجید نے توریت کا قصہ نوحؑ بیان کیا لیکن بعض اختلافات کے ساتھ جن کی تفصیل یہ ہے

(۱) توریت میں چالیس شبانہ روز پانی برستا اور اُبلتا رہتا ہے اور دنیا کے تمام پہاڑوں سے پندرہ ہاتھ اونچا ہوتا ہے اور عالمگیر طوفان کی شکل اختیار کرتا ہے داستان بابلی میں سات شبانہ روز قرآن مجید میں موجوں کا پہاڑ کے طرح بطور تشبیہ مذکور ہے "موج کالجبال"

(۲) کشتی بناتے وقت کفار کا استہزا داستان بابلی اور قرآن مجید

دونوں میں ہے لیکن توریت میں نہیں ہے
توریت کے بیان کے مطابق حضرت نوحؑ کشتی سے اتر کر انگور کی کاشت کر کے شراب پیتے ہیں اور مست ہو کر برہنہ ہو جاتے ہیں۔ آپ کا بیٹا حام یہ حالت دیکھ کر دونوں بھائیوں سام و یافث سے کہتا ہے دونوں باپ کو چادر اڑھا دیتے ہیں۔ حضرت نوحؑ ہوش میں آ کر حام کے بیٹے کنعان کو بد دعا دیتے ہیں۔ عجب روایت ہے بیچارے پوتے پر دادا برس پڑا! یہ روایت نہ داستان بابلی میں ہے نہ قرآن مجید میں۔ حضرت نوحؑ کے ایک بیٹے کا غرق ہونا قرآن کی سورۂ ہود میں البتہ مذکور ہے جو قصہ کی جان اور اہل دل کے لئے تازیانہ عبرت ہے
حضرت نوحؑ کا ایک بیٹا کفار میں شامل ہے۔ طوفان شروع ہوتا ہے کشتی چلتی ہے بیٹا سامنے نظر آتا ہے آپ اس کو بلاتے ہیں۔ وہ کہتا ہے پہاڑ پر جا کر بچ جاؤں گا۔ آپ فرماتے ہیں ایسے عذاب کے وقت بجز اس کے جس کو خدا بچائے کوئی بچ نہیں سکتا۔ یکایک موج کا ایک تھپیڑا اس کو بہا لے جاتا ہے۔ حضرت نوحؑ بیتابانہ دعا فرماتے ہیں الٰہی یہ میرا بیٹا ہے اور تیرا وعدہ میرے اہل وعیال کی حفاظت کے لئے سچا ہے حکم ہوتا ہے بیٹا کیسا۔ عمل دیکھتے ہیں نہ نسب۔ اب آئندہ ایسی بات کہکر جاہل نہ بننا۔ اس عتاب کو سنکر حضرت نوحؑ تھراتے ہیں اور توبہ و استغفار فرماتے ہیں۔ سچ ہے ؎

پسر نوحؑ با بداں بنشست خاندان نبوتش گم شد

حضرت نوحؑ کے متعلق سورۃ ہود کے آخر میں ایک دقیق نکتہ بیان ہوتا ہے جو ایراد قصص میں خاصّہ کلام مجید ہے اور اس کی تشریح درج ذیل ہے

نکتہ داستان بابلی میں پیر پستیم قربانی کرتا ہے۔ دیوتا آتے ہیں اور کہتے ہیں طوفان سے اب دنیا تباہ نہ کی جائے گی۔ اور بلائیں آئیں گی مگر عالمگیر طوفان نہ ہوگا۔ توریت میں بھی اسی طرح مذکور ہے خداوند قربانی کی بو سے خوش ہو کر حضرت نوحؑ کو برکت دیتا ہے اور کہتا ہے۔ کوئی جاندار پانی کے طوفان سے ہلاک نہ ہوگا۔ ایسا طوفان پھر نہ آئے گا اور قوس قزح بادل میں ہوگی اور میں اس پر نگاہ کروں گا تاکہ اس دائمی عہد کو یاد رکھوں۔

اجرام سماوی کے پوجنے والے قدیم اہل بابلی دیوتاؤں کو قربانی سے خوش کر کے جو چاہیں وعدہ کرالیں۔ اسی طرح توریت کو یہود کلام الٰہی کو محرف کر کے جو چاہیں لکھ ماریں لیکن وہ خدائے واحد جو خالق کائنات ہے اور جس نے حضرات نوحؑ۔ موسیٰؑ۔ اور محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام پر یکساں وحی نازل فرمائی اور جس کا وعدہ سچا اور جس کا قانون بدلتا نہیں قرآن پاک میں یوں ارشاد فرماتا ہے

قِيلَ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ	کہا گیا اے نوح ہمارے طرف سے
مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ	سلامتی کے ساتھ اتر اور تجھ پر
أُمَمٍ مِّمَّن مَّعَكَ وَأُمَمٌ	اور تیرے ساتھ والوں سے جو گروہ

سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (سورہ ہود)

پیدا ہوں گے ان پر برکتوں کے ساتھ اور کچھ گروہ ایسے بھی ہوں گے جن کو ہم مزہ لینے دیں گے پھر ان کو ہماری طرف سے تکلیف کا عذاب پہونچیگا

حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھ جو ایمان لائے تھے ان کو سلامتی سے اتار کر برکت دیجاتی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہدیا جاتا ہے کہ جزائے اعمال کا قانون الٰہی بدلتا نہیں. عذاب الیم کے طوفان آتے ہی رہیں گے خواہ طوفان آب ہو یا طوفان باد یا آج کل کی جنگ عظیم یورپ میں طوفان نار جو بمبار ہوائی جہازوں اور آتشی بار توپوں سے دنیا کو نمونہ جہنم بنا رہا ہے

قرآن پاک کے یہی وہ دقیق نکات ہیں جو قصص کے بادلوں میں بجلی کی طرح چمکتے ہیں اور اسی سے ختم سورہ پر ارشاد ہوتا ہے۔ تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَا اِلَيْكَ کہا جاتا ہے کہ قرآن نے توریت وانا جیل کے قصص نقل کر دیئے ہیں مخالفین خیر جو چاہیں کہیں لیکن وہ کلمہ گو جو ان مخالفین کے ہم نوا ہیں آنکھیں کھولیں اور قصص الحق کا جلوہ دیکھیں

باب سوم
انبیائے کرام

عالم مادی میں جس طرح کشمکش حیات کے مدارج ارتقار میں انتخاب طبعی کا ایک کلیہ تسلیم کیا جاتا ہے اسی طرح عالم غیب میں جس کا آغاز ایتر اور الکٹران کی پوشیدہ قوتوں سے شروع ہوتا ہے۔ عروج روحانیت میں عمل اصطفٰی کا جلوہ نظر آتا ہے اور اشرف المخلوقات میں سے وہ بزرگ ہستیاں چن لی جاتی ہیں جو حقیقتاً اشرف و اعلیٰ ہوتی ہیں۔ یہی مطلب ہے ان آیات پاک کا

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا	اللہ نے برگزیدہ کیا آدم کو اور
وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ	نوح کو اور ابراہیم کے کنبے کو اور
عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا	عمران کی آل کو عالموں کے اوپر
مِنْۢ بَعْضٍ ط "آل عمران"	

حضرت آدم جس طرح ابوالبشر ہیں حضرت نوح جس طرح نسل انسانی کی کشتی تمدن کے ناخدائے اول اسی طرح حضرت ابراہیم ابوالانبیاءؑ ہیں موجودہ دنیا کی دو تہائی آبادی میں یہود و نصاریٰ اور مسلمان شامل ہیں۔ ان سب کے ہادیان کے مورث اعلیٰ حضرت ابراہیم ہیں آپ کے فرزند اکبر حضرت اسماعیل کی نسل میں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور دوسرے بیٹے حضرت اسحٰق کی نسل میں حضرات یعقوبؑ یوسف۔ موسیٰ۔ داؤد۔ سلیمان۔ وعیسیٰ علیہم السلام ہیں۔ جن کے حالات قدیم صحف سماوی میں مندرج تھے۔ لیکن ان میں سے بہت سے تو دست برد زمانہ سے ضائع ہوگئے موجودہ عہد عتیق میں افسوسناک تحریفیں ہیں جن کو علمائے یورپ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً مروجہ عہد عتیق میں حضرت ابراہیم کے متعلق "قربانی سوختنی" کا قصہ مذکور ہے حالانکہ سوختنی قربانی کا طریقہ حضرت ابراہیم کے سیکڑوں برس بعد یہود میں رائج ہوا ذیل میں یہ قصہ ہم درج کرتے ہیں اور پھر قرآن مجید نے جس طور سے اس کی تصحیح کی اس کو بیان کریں گے

توریت کی مروجہ کتاب پیدائش باب پندرہ میں لکھا ہے

قصہ طیور

ابراہیم نے خداوند سے کہا کیونکر جانوں کہ میں اس ملک کا وارث ہونگا۔ جواب ملا تین برس کی ایک بکری۔ تین برس کا ایک مینڈھا اور تین برس کی ایک بچھیا۔ ایک قمری اور ایک کبوتر کا بچہ میرے واسطے لا اور اس نے

یہ سب لیا اور ان کو بیچ سے دو ٹکڑے کیا اور ہر ایک ٹکڑا دوسرے کے مقابل رکھا مگر پرندوں کے ٹکڑے نہ کئے۔ تب شکاری پرند ان لاشوں پر اترے لیکن ابراہیمؑ ان کو ہانکا کیا..... اور ایسا ہوا کہ جب سورج ڈوبا اور اندھیرا ہوگیا تو ایک تنور جس سے دھواں اٹھتا تھا اور ایک جلتی مشعل ان ٹکڑوں کے بیچ سے گذری۔ اس دن خدا نے ابراہیمؑ سے عہد کر کے کہا میں تیری اولاد کو یہ ملک دوں گا۔

اب سنو قرآن مجید کس طرح اصلیت سے پردہ اٹھاتا ہے مگر پہلے اس تمہید کو پیش نظر رکھو۔

حضرت ابراہیمؑ دو ڈھائی ہزار برس قبل مسیحؑ اپنے وطن اور کلدانیاں سے ہجرت کر کے شام کی طرف چلے گئے۔ پھر مصر بھی تشریف لے گئے جیساکہ توریت کتاب پیدائش میں درج ہے۔ اس زمانہ کے مصریوں میں حیات بعد الموت کے متعلق عجیب طور کا عقیدہ پھیلا ہوا تھا۔ وہ اپنے مردوں کی لاشوں کو ممی بنا کر محفوظ رکھتے تھے۔ ممی بنانے کا طریقہ سننے کے قابل ہے جس کو ہم درج ذیل کرتے ہیں

ممی کیسے بنتی تھی

آلات وادویات کے ذریعہ سے مشاق مصری مردوں کے دماغ کو پہلے ناک کے راستے سے خارج کر لیتے تھے اور پھر پتھر کے ایک چھرے سے جسم کے ایک جانب شگاف دے کر دل۔ جگر۔ پھیپھڑا اور آنتیں نکال لیتے تھے اور خوب صاف کر کے شراب میں بھگو کر خوشبو سے معطر کرتے

تھے۔ پھر گوشت کو ادویہ کے ذریعہ سے تحلیل کر دیتے تھے اور جسم کو خشک کر کے خوشبودار ادویہ بھر کر سی دیتے تھے پھر ستّر دن تک ایک دوا میں چھپا دیتے تھے جس کے بعد غسل دے کر دھجیوں سے جن کو ایک قسم کے گوند میں تر کر لیتے تھے جسم اچھی طرح لپیٹ دیتے تھے پھر ایک تابوت میں رکھ کر بند کر دیتے تھے اور اس پر دیوتاؤں کی شکلیں بناتے تھے اور دعائیں لکھ دیتے تھے اور ڈھکنے پر مردہ کا چہرہ نقش کر دیتے تھے۔ دل۔ جگر۔ پھیپھڑا اور آنتیں جن کو پہلے سے نکال لیا تھا ان کو الگ الگ چار گھڑوں میں رکھتے تھے۔ ہر گھڑے پر ایک موکل پرند کا نقش ہوتا تھا۔ ایک کا سر بشکل انسان۔ دوسرے کا بہ شکل سگ۔ تیسرے کا بشکل شغال اور چوتھے کا بشکل باز۔ یہ چاروں مؤکل جن کو خدا کہتے تھے گھڑے لئے ہوئے ایک صندوق کے اندر قبر میں رکھ دیتے تھے۔ قدیم مصریوں کا عقیدہ تھا کہ اس طور سے اگر جسم محفوظ کر لیا جائے تو روح جس کو وہ با کہتے تھے (یعنی سفید الّو کے شکل کی چڑیا) چین سے رہتی تھی۔ اور پھر حلول کرتی تھی اور اُسائرس دیوتا کی بہشت میں مزے سے رہتی تھی۔ یہ دیوتا روحوں کا بادشاہ ہے اس کے ایک دشمن نے اسکے چودہ ٹکڑے کر ڈالے تھے مگر اس کی دیبی آئی سس نے لاش کو مذکورہ بالا طریقہ سے محفوظ کر لیا۔ تب وہ اپنے بیٹے ہوارس کی مدد سے زندہ ہو کر آسمان پر چلا گیا اور اب مردوں کی روحیں اس کے حضور میں پیش ہوتی ہیں۔ اور اپنے محفوظ

جسموں (ممی) سے تعلق رکھتی ہیں۔

مذکورہ بالا تمہید کو پیش نظر رکھ کر چار موکل یاد رکھو پھر سنو کہ حضرت ابراہیمؑ نے جس طرح اپنے وطن میں کواکب پرست قوم سے نظارہ اجرام سماوی (جسکا ذکر سورۂ انعام میں "فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ") سے توحید کی تلقین کی تھی اسی طرح مصر میں حیات بعد الموت کے متعلق خدا سے یوں دعا فرمائی

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِن قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ (سورہ البقرہ)

جب ابراہیمؑ نے کہا پروردگار مجھے دکھا کہ تو مردے کیسے زندہ کرتا ہے فرمایا کیا تو ایمان نہیں لایا جواب دیا ایمان ہے مگر اپنے دل کا اطمینان چاہتا ہوں فرمایا اچھا چار چڑیاں لے پھر ان کو ہلالے اپنے سے پھر ان میں ہر ایک کو الگ الگ رکھ آ۔ پھر ان کو پکار تیرے پاس وہ دوڑتی آئیں گی۔ اور جان لے کہ بیشک اللہ عزت والا حکمت والا ہے

حکم ہوتا ہے چار چڑیاں لو اور ان کو اپنے سے مانوس کر لو (یعنی ہلالو) پھر پہاڑ پر الگ الگ ان کو چھوڑ آؤ۔ پھر ان کو بلاؤ۔ دیکھو وہ تم سے ہلی ہوئی چڑیاں مختلف مقامات کوہ سے اڑتی ہوئی جلدی

سے تمہارے پاس پہونچ جائیں گی۔ اس مثال سے حضرت ابراہیمؑ کے
قلب سلیم کو اطمینان ہو جاتا ہے اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ روحوں کی
چڑیاں اسی طرح اپنے مالک سے جو ان کو حقیقی طور پر دانہ پانی (یعنی رزق)
دیتا ہے ہلی ہوتی ہیں اور خواہ وہ جسم خاکی میں ہوں یا دوسرے عالم میں وہ
انھیں جب بلائے شوق کے پروں سے اُڑتی ہوئی اسی کے پاس
چلی آتی ہیں۔ واقعی ایسے پاکیزہ قلوب جو قیل و قال۔ اعجوبہ پرستی
اور توہمات سے محفوظ ہوتے ہیں ان کی طمانیت خاطر کے لئے ایک ادنیٰ
اشارہ کافی ہوتا ہے لیکن روایات یہود کا بُرا ہو جن کی بنا پر ہماری
تفاسیر میں حضرت ابراہیمؑ کا قصہ طیور ممی لاشوں سے بھی زیادہ عجیب
نظر آتا ہے اور ہمارے کوتاہ بین واعظین اور سادہ لوح سامعین
اسی کو دہراتے رہتے ہیں اور یوں باتیں بناتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ
چار چڑیاں لے کر ان کو ذبح کرتے ہیں پھر سب کو ایک میں ملا کر ان
کے ٹکڑے پہاڑ پر الگ الگ رکھ آتے ہیں۔ اب ان کو پکارتے
ہیں ہر ٹکڑا ہر جز ہوا پر اڑتا ہوا آتا ہے اور لوٹ لوٹ کر پھر
چاروں چڑیاں زندہ ہو جاتی ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کو مردوں
کے زندہ ہو جانے کا یقین آجاتا ہے سبحان اللہ۔ یہ وہی توریت
کی کتاب پیدائش کا قربانی سوختنی والا وہی محرف قصہ ہے اور اسی
کی آواز بازگشت ہے مگر افسوس نہ یہود سمجھیں گے اور نہ ہمارے
اسرائیلیات کے شیدائی مفسرین ؎

یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

امام رازی نے اپنی تفسیر میں ابو مسلم اصفہانی کا قول یوں نقل کیا ہے "یعنی اپنی طرف جھکانا اور ان کو جواب دینے کا خوگر بنانا اسی لئے شاہ عبدالقادر دہلوی نے اپنے ترجمہ میں چڑیوں کو ہلانا لکھا ہے اور یہی درست ہے لیکن مولوی نذیر احمد صاحب جو اعجوبہ پرستی کی ہنسی اڑایا کرتے تھے خُود اعجوبہ پرست بن گیے اور اپنے ترجمہ قرآنی میں "بوٹی بوٹی کر ڈال لکھ دیا!۔

توریت کی کتاب پیدائش کا اب قصہؑ حضرت یوسُفؑ بھی سن لو جو باب ۳۰ سے ۵۰ تک درج ہے اور جس میں ایک پُورا باب ۳۸ حضرت یوسفؑ کے بھائی یہودا اور اس کی بہو کی حرامکاری کی داستان سے سیاہ کیا گیا ہے

قرآن مجید میں بھی پوری سورۂ یوسفؑ موجود ہے مگر کتاب پیدائش کا باب ۳۸ یعنی حرامکاری والا حذف ہے پھر عزیز مصر کی عورت کا واقعہ ایسی اعجاز بیانی سے بلیغ پیرایہ میں ادا کیا ہے جس سے خاصان خدا کے صفات حسنہ کا جلوہ نظر آتا ہے۔ قرآن مجید نے قصہ حضرت یوسفؑ کو "احسن القصص" کا لقب دیا ہے ذیل میں ہم اس کا اقتباس درج کرتے ہیں

احسن القصص

حضرت یوسفؑ کا قصہ توریت کتاب پیدائش میں مذکور ہے اور یہود کی کتب احادیث یعنی تالمود میں بھی ۔ قرآن مجید میں ایک پوری سورۂ یوسف میں جس کے تلاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ داستان سرور منازل کے نشیب و فراز اور حوادث و انقلاب عالم کے پس پردہ خداوندی مصلحتوں کے انکشاف ۔ اخلاق فاضلہ اور لطیف جذبات انسانی سے تمام تر مملو ہے اور اسی لئے خدا نے اس کو احسن القصص کا لقب دیا ہے لیکن اکثر مفسرین نے اس قصہ میں لغو اور بے بنیاد اسرائیلیات شامل کر دیں پھر شعراء نے یوسفؑ زلیخا کی داستان حسن و عشق کا ایک افسانہ رنگین بنا دیا اور عموماً اسی کا چرچا رہتا ہے اور ہمارے واعظین کی گرمی محفل ۔ اب آؤ اس احسن القصص کی دل کشی کا جلوہ دیکھو

توریت کتاب پیدائش میں لکھا ہے کہ حضرت یوسفؑ کو فرعون کے ایک فوجی افسر فوطیفار نے خرید کر کے اپنے محل کا داروغہ بنایا آپ مردانہ حسن کی ایک دلکش تصویر تھے ۔ افسر کی عورت نے آپ کو اپنے دام ہوسبازی میں پھانسنا چاہا اور ایک خلوت کے موقع پر دروازہ بند کر کے آپ کو ہر طرح مجبور کرنا چاہا مگر آپ خدائے پاک کے مخلص بندے اور اللہ کے خلیل کے پر پوتے تھے اپنے محسن کی عنایات اور خشیت الٰہی کے جذبات سے نفس امارہ کو ابھرنے نہ

دیا اور اگرچہ آپ اس وقت غلام تھے مگر "ہزار بار جو یوسفؑ بکے غلام نہیں" کے سچے مصداق تھے اس لئے اطاعت خداوندی کے جوش میں دروازہ کھول کر پاک صاف نکل گئے۔ مگر اس پرفتن دُنیائے دوں کا یہ حال ہے۔

راقمہ سے

بچے تہمت سے کیوں کر کوئی اس دنیائے پُرفن میں
لگا ناحق کا دھبہ جب مہ کنعاں کے دامن میں

آپ کے دامن کا پشت سے چاک ہونا عورت کی دست درازی کا سچا ثبوت تھا اور آپ کی بیگناہی کا گواہ صادق۔

قصہ یوسفؑ میں آپ کی پاکدامنی کے لطیف واقعہ کے ساتھ اور بھی ایسے واقعات ہیں جو نہایت موثر ہیں۔ بہکانے والی عورت جب خلوت میں ناکام رہتی ہے اور اس کو زنان مصر طعنہ دیتی ہیں تو وہ ان کو اپنا ہمدرد بنانے کے لئے ایک جلسہ دعوت میں بلاتی ہے اور حضرت یوسفؑ کو بھی۔ پھر خوشامد اور دھمکی سے کام نکالنا چاہتی ہے مگر آپ کے پائے استقلال کو لغزش نہیں ہوتی اور خود منفعل ہوتی ہے۔ اس مکروکید سے حضرت پریشان ہو کر یوں دعا فرماتے ہیں

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ — اے پروردگار مجھ کو قید زیادہ پسند ہے اس سے جس کی طرف یہ مجھ کو بلاتی ہیں۔

دعا قبول ہوتی ہے اور آپ آرام کی زندگی چھوڑ کر قید خانہ کی مصیبت و ذلّت برداشت کرتے ہیں۔ پھر زندان میں جب دو قیدی آپ سے اپنے خوابوں کی تعبیر دریافت کرتے ہیں تو آپ پہلے اپنا فرض تبلیغ اس حالت میں بھی ادا فرماتے ہیں اور خدا کی وحدانیت اور آخرت پر یقین لانے کی تلقین جو سچے مذہب کی جان ہیں تلقین فرماتے ہیں اور تبرکاً اپنے آبائے کرام کا ذکر خیر فرماتے ہیں پھر ساقی اور باورچی کے خوابوں کی تعبیر دیتے ہیں جو سچی ثابت ہوتی ہے ساقی اپنے عہدہ پر بحال اور باورچی قتل ہوتا ہے۔ پھر جب فرعون سات گائے والا وحشت ناک خواب دیکھتا ہے تو ساقی فرعون سے حضرت یوسفؑ کے فن تعبیر میں مہارت کا ذکر کرتا ہے۔ حکم ہوتا ہے اس کو حاضر کرو۔ آپ بجائے اس کے کہ خوش ہو کر ساتھ چلیں پہلے جس بنا پر آپ کو قید کیا گیا اس کی تحقیقات چاہتے ہیں اس لئے کہ عزّت کا پاس دنیاوی عروج پر مقدّم ہے حسن اتفاق سے اگر دربار رسی کا موقع مل جائے لیکن ننگ و نام پر دھبّہ قائم رہے تو کس کام کا۔ غرضکہ تحقیقات ہوتی ہے۔ زنان مصر آپ کی پاکدامنی کی شہادت دیتی ہیں۔ فوطیفار کی عورت اب سخت شرمندہ ہوتی ہے اور اپنی ہوس بازی کا اقرار اور حضرت یوسف پر جھوٹا الزام لگانے کا جرم مان لیتی ہے جب آپ کی بیگناہی اور مظلومیت اس طرح ثابت ہو جاتی ہے تو کسر نفسی اور شکر الٰہی کے طور پر کس

قدر اعلیٰ اور ارفع خیالات پاکیزہ کا اظہار فرماتے ہیں جس کو قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا بیشک نفس تو برے کام کی طرف بھاتا ہے مگر جب میرا پروردگار رحم کرے بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے

پھر آپ دربار میں جا کر دل نشین پیرایہ میں فرعون کے وحشت ناک خواب کی تعبیر دیتے ہیں۔ فرعون آپ کا گرویدہ ہو جاتا ہے اور ملک کے خزائن کا آپ کو مختار کل مقرر کر کے اعلیٰ اختیارات عطا کرتا ہے اب آپ کے حسن انتظام اور اقتصادی تنظیم کے جوہر کھلتے ہیں اور خاص وعام سب خوشحال ہو جاتے ہیں۔ فرعون نے آپ کو مصر کے سیاہ وسفید کا حاکم بنا کر پھر (جیسا کہ توریت کی کتاب پیدائش باب ۴۱ میں لکھا ہے) آپ کا عقد جب آپ کی عمر تیس۳۰ کی تھی آپ کا عقد عون کے کاہن "فوطیفرع" کی بیٹی کے ساتھ کر دیا جس کے بطن سے دو فرزند پیدا ہوئے۔ زلیخا کی داستان عشق بازی شاعرانہ رنگینی ہے۔ اس کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ توریت میں۔

مصر کے قحط عظیم کا جب تکلیف دہ اثر عرب وشام میں پہونچا تو برادران یوسفؑ کنعاں سے مصر میں غلّہ لینے آئے۔ آپ نے مجمع میں بھائیوں کو پہچان لیا مگر انھوں نے آپ کو وزیروں کے لباس میں نہ پہچانا۔ آپ نے ان کو اچھی طرح سے غلّہ تلوایا پھر ملازم سے کہا

یہ شکستہ حال ہیں ان کی پونجی بھی خرجیوں میں رکھ دو مگر ان سے کہنا نہیں۔ چلتے وقت آپ نے بھائیوں سے کہا تمہارا کوئی اور بھی بھائی ہے وہ بولے چھوٹا بھائی باپ کے پاس ہے فرمایا اب اس کو بھی لانا میں اور غلّہ دونگا لیکن اگر نہ لائے تو سمجھونگا تم باتیں بناتے ہو پھر کچھ نہ ملے گا

قافلہ جب گھر پہونچا اور خرجیوں میں اپنی پونجی بھی غلّہ کے ساتھ موجود پائی تو خوش ہو کر باپ سے کہنے لگے۔ بڑا نیک اور سخی حاکم ہے۔ اب اس نے چھوٹے بھائی کو بھی بلوایا ہے۔ حضرت یعقوبؑ پہلے راضی نہ تھے آخر اجازت دی۔ حضرت یوسفؑ نے چھوٹے حقیقی بھائی بنیامین کو اپنے پاس علیٰحدہ بلاکر اپنے آپ کو اس کے سامنے ظاہر کر دیا اور فرمایا کچھ غم نہ کرو میں ایک ترکیب سے تم کو اپنے پاس رکھ لوں گا۔ پھر ملازم کو حکم دیا کہ ان سب کو غلّہ اچھی طرح دو۔ چپکے سے ملازم سے کہدیا کہ ان کے چھوٹے بھائی کے خرجی میں میرا پیالہ چھپا دو۔ چنانچہ جب یہ انتظام ہو چکا تو یکایک نوکروں نے روکا کہ ٹھہرو حاکم کا پیالہ گم ہے تم سب کی تلاشی لی جائے گی۔ چنانچہ تلاشی کے بعد پیالہ بنیامین کی خرجی سے نکلا اس زمانہ میں چور غلام بنایا جاتا تھا۔ اس ترکیب سے حضرت یوسفؑ نے اپنے چھوٹے بھائی کو اپنے پاس روک لیا۔ سب بھائی حیران یہ کیا ہو گیا۔ بڑا بھائی یہودا بولا اب باپ کے پاس کیا مُنہ لے کر جاؤں۔ میں یہاں پڑا رہوں گا

تم سب جاؤ باپ سے سارا حال کہو۔ حضرت یعقوبؑ بے تابانہ کہتے ہیں ہائے یوسفؑ اور اس کا بھائی بھی غائب پھر رحمت الٰہی کے کے پختہ عقیدہ کے جوش میں جو سخت مصائب میں حضرت ابراہیمؑ اور ان کی آل کا شعار رہا ہے۔ بیٹوں سے فرماتے ہیں میں اپنا درد دل اپنے خدا سے کہتا ہوں مجھے اس کی رحمت سے امید ہے میرا دل گواہی دیتا ہے میرے بیٹو جاؤ یوسف زندہ ہے اس کو تلاش کرو اور اس کے بھائی کو بھی

برادران یوسفؑ پھر مصر جاتے ہیں اس مرتبہ کچھ ایسے درد بھرے طریقہ سے حال بیان کیا کہ حضرت یوسفؑ تڑپ گئے اور بے اختیار اپنے آپ کو بھائیوں کے سامنے ظاہر کر دیا۔ بھائیوں کو حیرت ہوتی ہے پھر سخت شرمندگی کے ساتھ معافی چاہتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ ان کے مظالم سابقہ سب بھول جاتے ہیں اور فوراً یوں فرماتے ہیں۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ	آج تم پر کوئی الزام نہیں۔ اللہ تم کو بخش دے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرماتا ہے

یہاں یہ نکتہ یاد رکھنا کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برادران قریش نے مکہ میں آپ پر اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں پر سخت ظلم وستم کئے یہاں تک کہ مجبوراً آپ کو ادھر

آپ کے ساتھ مسلمانوں کو مدینہ میں ہجرت کرنا پڑی لیکن بعد ہجرت جب ۸ھ ہجری میں آپ نے مکّہ فتح کر لیا اور شکست خوردہ قریش آپ کے حضور میں مجرموں کی طرح فیصلہ سننے کے لئے حاضر تھے اور ڈرتے تھے کہ آج ہمارے مظالم کا بدلہ لیا جائے گا اس وقت آپ نے حضرت یوسفؑ کے مذکورہ بالا وہ الفاظ جو آپ نے اپنے بھائیوں کے سامنے کہے تھے دہرائے۔ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ الغرض حضرت یوسفؑ اپنے والدین اور سارے کنبے کو کنعان سے عزّت واحترام کے ساتھ بلواتے ہیں پھر سب والدین کو تخت پر بٹھاتے ہیں اور سب بھائی مل کر جوش مسرّت میں سجدہ تحیت بجا لاتے ہیں اور اس طور سے آپ کے ابتدائے عمر کا وہ خواب جس میں چاند سورج اور ستارے سجدہ کرتے ہیں سچا ثابت ہو جاتا ہے۔ پھر فرعون سے سفارش کر کے ایک وسیع اراضی مصر جسے جشن کہتے تھے حاصل کر کے خاندان کو آباد کرتے ہیں اور جب حضرت یعقوبؑ کا انتقال ہوتا ہے تو ارض کنعان میں لے جاکر خاندانی قبرستان میں دفن کرتے ہیں۔ پھر جب آپ کا وقت آتا ہے تو یہ دعا فرماتے ہیں جو آپ کی حیات طیبہ کا خلاصہ ہے

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ	پروردگار مجھے تونے حکومت سے کچھ دیا اور خوابوں کی تعبیر بھی کچھ سکھلائی۔ اے آسمان و زمین کے

وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ

پیدا کرنے والے تو ہی میرا والی ہے دنیا و آخرت میں۔ مجھے مسلم (تابعدار) دنیا سے اٹھالے اور نیک بندوں سے مجھے ملا دے۔

باب چہارم

حضرت خاتم النبیینؐ

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کچھ ذکر خیر باب اول میں بیان ہو چکا ہے اب یہاں نزول وحی کے متعلق لکھا جاتا ہے

نزول وحی

قلم کے تین حرف ق. ل. م کو اس شئے سے جس کے لکھتے ہیں نہ کسی قسم کی مشابہت ہے نہ مناسبت لیکن جب یہ لفظ لکھتے ہیں تو پڑھنے والے کا ذہن اسی شئے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے. کائنات بھی اسی طرح ایک قفل ابجد ہے جسے خدائے علیم الحکیم نے معانی و اسرار کے خزانوں پر لگا دیا ہے - یہ قفل ان نفوس قدسی کے لئے کھلتا ہے جو باطن کی روشنی میں دل کی زبان سے ان معانی نقوش کو پڑھتے ہیں لیکن جس طرح ایک کج بحث جاہل کو یہ سمجھانا سخت مشکل ہے کہ ق.ل.م

سے مراد آلۂ تحریر ہے۔ اسی طرح ظاہر بیں منکر روحانیت کو یہ یقین دلانا سخت دشوار ہے کہ مظاہر کائنات کے پردے میں کلمات الٰہی کا جلوہ نظر آتا ہے جس کے دیکھنے کے لئے دیدۂ باطن چاہئے اور جس کے یقین کے لئے قلب سلیم درکار ہے۔

واقعات اور حوادث عالم کا تماشا یوں تو سب ہی دیکھتے ہیں لیکن صرف گنتی کے ایسے نفوس ہیں جن پر کسی خاص وقت میں ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ وہ حقیقت سے آشنا ہو کر نوع انسانی کو ترقی کی راہ پر لاتے ہیں۔ لاکھوں آدمیوں نے سیب کا درخت سے گرنا دیکھا ہوگا۔ لیکن یہ نیوٹن کا دماغ تھا جس نے اس معمولی واقعہ سے مسئلہ کشش ثقل کا قانون معلوم کرلیا۔

ہزاروں لاکھوں اشخاص نے مردوں کی لاشوں کو دیکھا ہوگا اور بیمار اور بوڑھے آدمیوں کو زندہ درگور لیکن یہ گوتم کے دیدۂ عبرت بیں تھے کہ ان دردناک نظاروں سے متاثر ہو کر نروان کی فلسفیانہ سکون قلب کی حقیقت معلوم کرلی

تاروں کا نکلنا۔ چاند کا چمکنا اور پھر صبح کو آفتاب عالمتاب کا روشن ہونا کس نے نہیں دیکھا لیکن حضرت ابراہیمؑ کی نگاہ دور بیں تھی جس نے اجرام سماوی کے پردے میں ایک لازوال ہستی مطلق کی جھلک دیکھ کر توحید کے سچے عقیدہ کی تعلیم دیکر شرک کا خاتمہ کردیا۔ سائنس۔ فلسفہ اور مذہب کے یہ واقعات کیا معنی خیز اور

بصیرت افروز نہیں ہیں؟

نوع انسانی کی روحانی ترقّی ان برگزیدہ ہستیوں کی رہینِ منت ہے جن کے متعلق سخت سے سخت منکر بھی بشرطیکہ اس کا دماغ صحیح ہو اس قدر تو ضرور تسلیم کرے گا کہ ان میں کوئی خاص بات ضرور تھی جس نے ان کو خلق اللہ کی ہدایت کے بلند مرتبہ پر پہونچا دیا۔

ساڑھے تین ہزار سال کا عرصہ گذرا جب متکبر فرعون کے محل میں پرورش پایا ہوا ایک نوجوان مصر سے نکل کر کوہ طور پر ایک نورانی منظارہ دیکھتا ہے اور ایک غیبی آواز سنتا ہے کہ جا اپنی قوم کو نجات دلا وہ واپس آتا ہے اور تنہا دشمنوں پر غالب آکر اپنی غلام قوم کو نجات دلاکر دینی اور دنیوی ترقی کے راستہ پر لاتا ہے اور ان کو پیشوائے عالم بنا دیتا ہے۔

دو ہزار سال گذرے جب ناصرہ کے ایک غریب گھر میں ایک بچّہ پیدا ہوتا ہے جو ہوش سنبھالتے ہی ایک غیبی آواز سنتا ہے کہ اسرائیلی گلے کی حفاظت کر اور ان کو آسمانی بادشاہت کی خوشخبری سُنا وہ اس خدمت کے لئے قسی القلب ناخدا ترس اسرائیلیوں میں آتا ہے اور اس سعی بے حاصل میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تین سو سال کے اندر ہی قیصر روما اس کا حلقہ بگوش غلام بن جاتا ہے اور پھر لاکھوں کروڑوں نفوس اس کے نام پر جان دینے کو آج دنیا میں موجود ہیں۔

ساڑھے تیرہ سو برس کا زمانہ گذرتا ہے جب مکّہ کا ایک یتیم؟ اُمّی چالیس سال کی عمر میں جب وہ ایک غار میں مراقب ہے ایک ربانی کرشمہ دیکھتا ہے اور یہ بے آواز صدا سنتا ہے کہ عالم کی ہدایت کے لئے اُٹھ وہ اٹھتا ہے اور اس شان سے اٹھتا ہے کہ ایک دین کامل کی تلقین کرتا ہے جو عالم کے لئے قیامت تک رحمت ہے۔ یہ سب وہ واقعات ہیں جن کی تاریخ عالم شہادت دیتی ہے۔ انکو کون جھٹلا سکتا ہے

رسولکریمؐ کے متعلق قدیم سیرت نگار ابن اسحٰق نے دوسری صدی ہجری میں بعہد منصور عباسی یوں روایت کی ہے۔

"چالیس سال کی عمر میں جب کہ رمضان کا مہینہ تھا آپ غار حرا میں تحنّث یعنی عبادت میں محو تھے۔ آپ فرماتے تھے میں خواب میں تھا فرشتہ نے دیبا کے ٹکڑے پر ایک تحریر دکھائی اور کہا پڑھ۔ میں نے کہا میں پڑھا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے ایسا دبوچا کہ میں سمجھا موت آئی۔ اس نے چھوڑکر پھر کہا کہ پڑھ۔ میں نے وہی جواب دیا اور اس نے پھر وہی کیا۔ تیسری بار میں نے کہا کیا پڑھوں اس نے کہا اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ...... مَا لَمْ يَعْلَمْ تک۔ فرشتہ چلا گیا اور میں بیدار ہوا اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ الفاظ میرے قلب میں نقش ہوگئے۔ پھر میں غار سے نکلا۔ پہاڑی کے بیچ میں ایک آواز آسمان سے آئی۔ محمدؐ تو رسول اللہ ہے اور میں جبرئیل ہوں۔ میں

نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو جبرئیل بشکل انسان افق پر نظر آئے۔ پھر میں جدھر دیکھتا ہوں وہی نظارہ پیش نظر تھا۔ میں گھر واپس آیا۔ خدیجہ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے مجھے بشارت دی اور کہا بخدا آپ اس امت کے نبی ہوئے۔

اس موقع پر حضرت موسیٰؑ پر نزول وحی کی کیفیت بھی سن لو جو توریت کتاب خروج باب۳ میں درج ہے

"موسیٰؑ اپنے خسر کاہن مدین کی بکریاں کوہ طور کے پاس چرا رہے تھے یہاں تک کہ وہ خدا کے پہاڑ جوریب پر پہونچے اور خدا کا فرشتہ شعلہ آتشیں میں جو ایک جھاڑی سے نکل رہا تھا ظاہر ہوا موسیٰ قریب تماشا دیکھنے گئے تب خدا نے جھاڑی سے پکارا موسیٰ اے موسیٰ اور اس نے جواب دیا میں حاضر ہوں (لبیک) خدا نے کہا ادھر قریب مت آ اپنے پاؤں سے جوتی نکال ڈال اس لئے کہ تو ارض مقدس پر کھڑا ہے۔ پھر ندا آئی میں تیرا خدا ہوں۔ خدائے ابراہیمؑ۔ خدائے اسحٰقؑ۔ خدائے یعقوبؑ۔ یہ سنکر موسیٰ نے منہ چھپا لیا کیوں کہ اسے خدا کی طرف نظر اٹھاتے ہوئے خوف معلوم ہوا۔"

دونوں روایتوں کو پڑھ کر یاد رکھو کہ جو نسبت و۔ح۔ی کو وحی سے ہے وہی نسبت روایت کو حقیقت سے ہے جیسے ق۔ل۔م کو آلہ تحریر قلم سے۔ صدائے حق ہو یا شکل انسانی یہ نظارے ان حقیقت آشنا نگاہوں کے لئے تھے جن کو خدائے علیم و حکیم

نے اسی لئے خلق کیا تھا اور جنہوں نے اپنا فرض رسالت ادا کر کے وحشی انسان کو ترقی کے معراج پر پہونچا دیا اب اگر پھر بھی منکرین جھٹلائیں تو ان کو معذور سمجھ کر چھوڑ دو

چہ داند بوزنہ لذّاتِ ادرک

وحی کے متعلق قدیم الایام سے مختلف خیالات ہیں۔ روایات یہود میں خدا اپنی انگلیوں سے احکام عشرہ الواح پر نقش کر کے حضرت موسیٰؑ کو دیتا ہے اور روبرو گفتگو کرتا ہے مگر قرآن پاک نے تجسیم کے اس طلسم کو جو یہود نے قید بابل میں سیکھا تھا توڑا اور صاف سنا دیا۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ (سورۂ شوریٰ)	اور کوئی ایسا آدمی نہیں جس سے اللہ باتیں کرے مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے۔ یا قاصد پہنچے پھر وحی کرے اپنے حکم سے جیسا چاہے۔ بیشک وہ بالا حکم والا ہے

وہ یگانہ و بیچون جو جسم و جسمانیت سے منزّہ ہے کسی بشر سے خواہ موسیٰؑ کلیم اللہ ہوں یا محمد رسول اللہ ہوں اس طور سے کلام نہیں کرتا جیسے انسان آپس میں باتیں کرتے ہیں۔ اسکا کلام جو مخلوقی حروف و آواز سے منزّہ ہے خاصان الٰہی کے قلوب صافی پر نقش ہوتا ہے دیدۂ دل اسی کو پڑھتا ہے اور گوش باطن اس کو

سنتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ (سورہ الشعرار) اس کو روح الامین (جبرئیل) کے ذریعہ سے تیرے قلب پر اتارا تاکہ تو ڈر سنانے والوں میں ہو۔

جمہور علمار کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے سورۂ اقرآر کی ابتدائی پانچ آیات نازل ہوئیں۔ ان آیات میں شان خالقیت اور اکرام خداوندی کی طرف توجہ دلائی ہے کہ کس طرح ایک قطرہ ناچیز کو علوم اور اس کے محفوظ کرنے کے طریقے تحریر کے ذریعہ قلم سے عطا فرما کر اشرف المخلوقات بنادیا۔ حقیقت یہ ہے کہ انبیا اور رسول اقلام الٰہی ہیں قلم جس طرح دست کاتب میں جنبش کر کے اس کے مافی الضمیر کو ظاہر کرتا ہے یہ قدسی نفوس بھی وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى کا جلوہ دکھا کر پیغام الٰہی سناتے ہیں۔ اسی لئے کس خوبی سے بلیغ پیرایہ میں سب سے پہلی وحی یوں نازل ہوئی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔

علمار میں اگرچہ اختلاف ہے کہ اس کے بعد چھ ماہ یا تین برس بعد پھر وحی نازل ہوئی لیکن چونکہ نماز اس کے بعد ہی فرض ہو چکی تھی اس لئے تحقیق یہ ہے کہ اس کے بعد سورۂ فاتحہ پوری سات آیات کی نازل ہوئی اور رسول اللہؐ حضرت خدیجہ حضرت علی حضرت ابوبکر اور حضرت زید گھر میں نماز پڑھنے لگے سورۂ فاتحہ کے ساتھ

ہمارے علمائے کرام اگر تاریخی نقطۂ نظر سے اس وقت کے حالات پر غور کرتے تو ایک اور لطیف نکتہ منکشف ہوجاتا تھا۔ اس کی تشریح درج ذیل ہے جس سے بعثت رسول اللہؐ پر اور روشنی پڑتی ہے۔

رومؔ وعجمؔ اس وقت دو زبردست سلطنتیں تھیں اور ایک دوسرے کی دشمن۔ خونخوار لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ نوشیرواں کے پوتے خسرو پرویز نے رومیوں پر جنہوں نے قیصر کو قتل کردیا تھا۔ ۶۰۳ء میں چڑھائی کی اور ۶۱۱ء میں شام کو فتح کرلیا تین برس بعد بیت المقدس کو تاخت وتاراج کرکے صلیب کے عوض درفش کاویانی کا جھنڈا بلند کیا اور تثلیث کی جگہ ایزد و اہرمن نے لی۔ مشہور مورخ گبن نے اپنی تاریخ زوال رومہ میں انکا حال نہایت موثر لکھا ہے۔

"بیت المقدس کی فتح جس کا قصد نوشیرواں نے کیا تھا اس کے پوتے (خسرو پرویز) کے جوش اور حرص سے حاصل ہوئی دین عیسوی کی سب سے بڑھ کر مایہ افتخار یادگار کی تباہی مجوس کے متعصبانہ جوش وخروش کا نتیجہ تھا اور اس دینی لڑائی میں چھبیس ۲۶ ہزار یہودی جن کی بزدلی اور بدنظمی کی پردہ پوشی انکی قساوت قلبی سے ہوتی تھی دشمن کے شریک ہوگئے آخر بیت المقدس مفتوح ہوگیا۔ مزار مسیحؑ اور قسطنطین اور ہیلینا کے شاندار

گرجا شعلہائے آتش میں فنا ہو گئے۔ اسقف اعظم زکریا اور اصلی صلیب کو ایران لے گئے اور نوے ہزار پیروان مسیحؑ خاک و خون میں مل گئے۔" (زوال رومہ جلد پنجم صہ)

اس طور سے بیت المقدس تیسری مرتبہ تباہ و برباد ہوا بار بار کی ناشکریوں کے پاداش میں آخر آل اسحٰقؑ عاق ہو گئی اب وقت آیا کہ رب الاقوام ربّ العالمین کے لقب سے آل اسمٰعیلؑ کی طرف متوجّہ ہو۔ لامکاں کا وہ پہلا گھر جسے اسکے خلیل ابراہیمؑ نے اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کے ساتھ مل کر بکّہ (بعد کو مکہ مشہور ہوا) کی بے زرع وادی میں بنایا تھا اور بیت اللہ (کعبہ) کہلاتا تھا انوار الٰہی سے معمور ہوا۔ وادی ایمن میں شعلہ آتشیں سے جس آواز نے موسیٰؑ کو پکارا تھا اب "قاب قوسین" سے بھی قریب سدرۃ المنتہیٰ سے فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی کا جلوہ نظر آنے لگا۔ حضرت موسیٰؑ کو حکم ملا تھا اپنا عصا پھینک اور پھر دیکھ کہ کس طرح فرعون کی فرعونیت غارت ہوتی ہے اور تیری قوم بند غلامی سے آزاد ہوتی ہے۔ اسی طرح رسولؐ کریم بھی انقلاب عالم سے مکہ میں اوڑھے لپیٹے پڑے تھے حکم ہوتا ہے اٹھ۔ نعرۂ تکبیر بلند کر پھر دیکھ کہ شرک جلی و خفی کس طرح خاک میں مل جاتے ہیں اور عالم میں توحید کا ڈنکا بجتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ o قُمْ فَاَنْذِرْ o وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ۔ یہ ہے آغاز تبلیغ رسالت کی تاریخی تشریح جس کو ہمارے راویوں نے اعجوبہ پرستی کی دھن

میں کچھ سے کچھ نقل کر دیا۔ اور کہنے لگے جبرئیلؑ کی عجیب شکل دیکھکر رسول اللہ ڈر گئے اور غار سے نکل کر حضرت خدیجہ سے ذکر کیا وہ اپنے رشتہ دار ورقہ کے پاس جو عیسائی تھا لے گئیں اس نے کہا وہ فرشتہ تھا۔ تب آپ کا ڈر کم ہوا اور یقین آیا۔ دوبارہ جبرئیلؑ کو آسمان پر دیکھا پھر ڈر گئے اور گھر آکر کہا زَمِّلُونی زمّلونی (مجھے اڑھا دو) پھر سورہ مدثر کا نزول ہوتا ہے۔ یہ روایت ارباب سیر ہیں جو بقول علامہ شبلی مرحوم بلاغات محدث زہری ہیں یعنی ان کا سلسلہ روایت منقطع ہے اور اس لئے اعتبار کے قابل نہیں (دیکھو سیرت النبیؐ جلد اول صہ ۱۴۹)

اب ذرا تاریخوں کے حساب کا بھی جائزہ لو۔ نزول وحی کا سلسلہ چالیس سال کی عمر کے بعد سے شروع ہوا یعنی ۶۱۰ء اور آغاز ۲۳ سال تک (۱۳ سال مکہ میں ۱۰ سال مدینہ میں) مسلسل رہا۔ خسرو پرویز کی فوجوں نے قیصر ہرقل کو (جو ۶۱۰ء میں تخت نشین ہوا) شکست دیکر ملک شام ۶۱۱ء میں فتح کر لیا تین برس بعد یعنی ۶۱۴ء میں بیت المقدس بھی تباہ ہو گیا۔ یہی زمانہ سورہ اقرا کا اور پھر تین سال بعد سورہ مدثر کے نزول کا اور تبلیغ رسالت کے آغاز کا۔ بیت المقدس کی تباہی کے بعد جب مصر بھی پانچ سال کے بعد فتح ہو جاتا ہے تو سورہ روم میں خدا فرماتا ہے الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّومُ فِیٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ (یعنی رومی شام و فلسطین میں شکست کھا گئے لیکن چند سال

ہیں وہ پھر غالب ہوں گے)۔ کفار قریش خوش تھے کہ مجوس کی فتح ہوئی لیکن جو ایمان لائے تھے وہ رنجیدہ تھے کہ عیسائی ہارے جو بہر حال اہل کتاب تھے اس لئے خدا نے یوں تسکین دی اور پھر یہ پیشین گوئی پوری ہوئی جب نینوا کی خونخوار جنگ میں قیصر ہرقل نے خسرو پرویز کی فوجوں کو سخت شکست دے کر بھگا دیا اور خسرو پرویز کے بیٹے نے باپ کو سنہ ۶۲۸ء میں قتل کر دیا۔

قیصر کی فتح عظیم سے پہلے بیت المقدس کا منظر بھی رسول اللہؐ کو ایک شب میں رویت آیات یعنی معراج کے سلسلہ میں جب مکہ میں قیام تھا دکھا دیا گیا تھا۔ ارشاد ہوتا ہے سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (سورہ بنی اسرائیل) قرآنی شہادت اور تاریخی واقعات کے مقابلہ میں احادیث و سیر کی منقطع روایات ابن اسحٰق جنہوں نے ڈیڑھ سو برس بعد ہجرت منصور عباسی کے عہد میں سیرت پر پہلی کتاب لکھی پھر واقدی نے دوسری صدی ہجری کے آخر میں بعہد مامون عباسی مغازی لکھی کب معتبر ہو سکتی ہیں قران پاک نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم یہود و نصاریٰ کی طرح جنہوں نے اپنے ربیین اور احبار کو "اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ" بنا رکھا تھا۔ ہم اپنے سیرت نگاروں اور محدثوں کو بھی ویسا ہی نہ سمجھیں ہمارے پاس رب العالمین کی آخری سچی

کتاب کلام اللہ محفوظ ہے اور وہی ہم کو صراط مستقیم پر رکھتا ہے۔

قریش کی برہمی اور اسکی وجہ

سورۂ مدثر کے نزول کے بعد رسولؐ کریم توحید کی تعلیم دے کر بُت پرستی کی برائی علانیہ سمجھانے لگے۔ جس سے قریش برافروختہ ہوکر دشمن دین بن گئے۔ اس دشمنی کی اصل وجہ یہ تھی، کہ انھوں نے کعبہ کو صنم خانہ بنادیا تھا، جس میں تین سو ساٹھ بُت رکھے تھے، جن پر نذر بھینٹ چڑھتی تھی اور قریش مہنت بنے ہوئے خوب کھاتے تھے۔ شرابیں پیتے تھے۔ جوا کھیلتے تھے۔ سود کھاتے تھے۔ اَزلام کے تیروں سے فال کھول کر نذرانہ لیتے تھے بتوں پر جو قربانیاں چڑھائی جاتی تھیں، مزے سے ان کا گوشت کھاتے تھے اور سیٹیاں، تالیاں بجاتے ہوئے ننگ دھڑنگ کعبہ کے گرد گھومتے تھے اور صفا و مروہ پر جہاں بت رکھے تھے ناچتے کودتے تھے۔ غرضکہ یہ طوفانِ بے تمیزی اور قبائل عرب پر تولیت کعبہ کی وجہ سے سرداری سب خاک میں ملی جاتی تھی۔ اس لئے وہ لوگ رسولِ کریمؐ کے دشمن ہوگئے اور اب تک جسے الآمین کہتے تھے اس کو ساحر و مجنون کہنے لگے۔ معاذاللہ! سچ ہے دنیا کی محبت اور مال وزر کی لالچ انسان کو جسے ربّ العالمین نے اپنی عبادت اور خلق خدا پر شفقت کے لئے بنایا ہے، تباہ کردیتی ہے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا۔

رسول کریم اور مسلمانوں کے مصائب

قریش نے قرابت مروت اور ہمدردی سب کو بالائے طاق رکھ کر رسول کریمؐ اور آپ کے متبعین کو طرح طرح کی اذیتیں دینا شروع کیں، ابولہب رسول اللہؐ کا حقیقی چچا تھا وہ سب سے زیادہ آپ کی تکذیب اور تذلیل کرتا تھا۔ رسول اللہؐ کی دو بیٹیاں رقیہؓ اور ام کلثومؓ ابولہب کے دو بیٹوں کی منکوحہ تھیں۔ ظالم باپ نے بیٹوں کو مجبور کر کے دونوں کو طلاق دلوادی۔ ام جمیل ابولہب کی عورت جو ابوسفیان کی بہن تھی۔ جنگل سے کانٹے چن لاتی اور رسول اللہؐ کی راہ میں ڈالتی تھی ابوجہل نے ایک دن کوہ صفا پر رسول اللہؐ کو تنہا دیکھ کر ایک پتھر کھینچ کر مارا۔ جو سر مبارک میں لگا۔ آپ صبر و تحمل کے ساتھ گھر واپس آئے۔ اتفاق سے آپؐ کے چچا حضرت حمزہ جو رضاعی بھائی بھی تھے اسی راستے سے شکار کھیل کر واپس آرہے تھے۔ ایک عورت نے دیکھ کر کہا حمزہ آج تمہارے بھتیجے کو ابوجہل نے پتھر سے مارا۔ یہ سنکر حضرت حمزہؓ جوش غضب میں ابوجہل کے سامنے آئے اور اپنی کمان اس کے سر پر ماری۔ ابوجہل کا ایک رشتہ دار حضرت حمزہؓ سے لڑنے اٹھا۔ مگر ابوجہل پولٹیکل آدمی تھا۔ کہنے لگا جانے بھی دو کہیں حمزہ مسلمان نہ ہو جائیں۔ اور ہمارا ایک بہادر پہلوان کم ہو جائے حضرت حمزہؓ اب رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے

بھتیجے میں نے تیرا بدلہ ابوجہل سے لے لیا۔ اب خوش ہو جا۔ رسول کریمؐ نے فرمایا، مجھے خوشی تو اس وقت ہوگی جب آپ خدائے واحد پر ایمان لائیں۔ حضرت حمزہؓ اب آپ کی للّٰہیت سے متاثر ہوئے اور ایمان لائے تب رسول اللہؐ اپنے چچا کا سر چوم لیا۔ رسول اللہؐ نے تب اپنی بیٹی رضؓ کا عقد حضرت عثمان رضؓ سے جو اس وقت ایمان لا چکے تھے کر دیا تھا۔ آپ کا چچا حکم (مروان کا باپ) رسی سے باندھ کر حضرت عثمان رضؓ کو مارتا تھا۔ یہ تو قرابت والوں کے ساتھ برتاؤ تھا۔ بیچارے غلاموں کی حالت نہایت پُر درد تھی۔ حضرت بلال حبشی امیّہ بن خلف کے غلام تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایک بھاری رقم ادا کر کے بیچارے بلالؓ کو آزاد کرایا اور وہ اسلام کے پہلے موذن ہیں۔ اب اگرچہ رسم اذاں ہے مگر آہ وہ "روحِ بلالی" کہاں ہے ؎

رہ گئی رسم اذاں روحِ بلالی نہ رہی۔
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالیؒ نہ رہی

ہجرت حبشہ عام روایت ہے کہ قریش کے مظالم سے تنگ آ کر رسول اللہؐ نے چند مسلمانوں کو حبشہ میں ہجرت کرنے کی اجازت دی لیکن اس وقت حضرت عمر رضؓ حضرت سعد ابن وقاص حضرت طلحہ حضرت زبیر۔ حضرت عبدالرحمن ابن عوف سرداران قریش ایمان لا چکے تھے۔ صحیح واقعہ یہ ہے کہ حبشہ میں اس وقت جب کہ بیت المقدس پر مجوس کا قبضہ ہو چکا تھا ایک

بادشاہ نجاشی جو رومن کیتھلک کے عوض قبطی کلیسا کا پیرو تھا حکمراں تھا اس لئے رسول اللہؐ نے ایک مختصر وفد گیارہ مرد اور چار عورتوں کا تبلیغ دین کے لئے بھیجا جن میں حضرت عثمانؓ اور ان کی زوجہ رقیہ. مصعب ابن عمیرؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ شامل تھے۔ رسول اللہؐ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر سردار وفد تھے۔ نجاشی کے سامنے انہوں نے نہایت فصاحت سے اسلام کی وضاحت سورۂ مریم کی تلاوت کے بعد اس طور سے کی کہ نجاشی اور اس کے درباری نہایت متاثر ہوئے جیساکہ قرآن مجید میں مذکور ہے

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ	اور جب سنتے ہیں جو کچھ رسول پر
تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ	نازل ہوا تو دیکھے ان کی آنکھیں
مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (سورۂ مائدہ)	آنسوؤں سے تر اس سے جو انہوں نے سچ پہچان لیا۔

تب نجاشی نے قریش کے سفیروں کو جو اس وفد کو حبشہ سے نکلوا دینے کے لئے پہونچے تھے ناکام واپس کر کے وفد رسول اللہؐ کو پناہ دی اور خود ایمان لایا۔ اور جب اس کا انتقال ہوا تو رسول اللہؐ نے مدینہ میں اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔

قریش نے تب رسول اللہؐ کے ساتھ سب مسلمانوں اور بنی ہاشم کا مقاطعہ کیا یعنی باہمی لین دین بند کر کے برادری سے باہر کر دیا۔ تب حضرت ابو طالب رسول اللہ کے ساتھ ایک درہ کوہ میں

تین برس تک مقیم رہے آخر قریش خود منفعل ہوکر اس ظالمانہ حرکت سے باز آئے۔ ختم مقاطعہ کے بعد ہی حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہ دونوں کا انتقال ہوگیا اور یہ سال عام الحزن مشہور ہوا۔

خدائے ابراہیمؑ کے دو گھر

بہادری اور بزدلی میں فرق دکھانے کے لئے کسی نے خوب کہا ہے
"نامردی و مردی قدمے فاصلہ دارد"

اسی طرح بُت پرستی اور خدا پرستی میں ایک قدم فاصلہ کے عوض صرف ایک نگاہ کا فرق ہے کائنات کے مظاہر و مناظر کو اگر بالذات قادر مطلق دیکھ کر مانا گمراہ ہوا لیکن اگر ایک ہستی مطلق کو خالق و مالک حقیقی تسلیم کرکے اسی سے مدد چاہی راہ پائی۔ مسجد ہو یا بُت خانہ اس حیثیت سے کہ دونوں خانۂ آب و گل ہیں برابر ہیں یہاں اگر نقش و نگار ہیں تو وہاں تماثیل دونوں میں صورت پرستی کا سامان موجود ہے لیکن فرق نقطہ نظر کا ہے ایک شرک کا معبد اور دوسرا توحید کا قبلہ نما۔
"قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں"

حضرت ابراہیمؑ نے جب اپنے وطن اور کلدانیاں میں کواکب کو دیکھ کر انکے پرستاروں پر نظر ڈالی کہ کس طرح وہ چاند سورج اور ستاروں کو نفع و ضرر پر قادر سمجھ کر ان کو معبود مانتے ہیں تو آج سے چند ہزار برس بیشتر "لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ" کا نعرہ مارا تھا اور اپنے دین

حنیف یعنی ایک ہی معبود حقیقی کی پرستش کا صاف اعلان کر دیا تھا مگر جب ان کی قوم نے اور خود ان کے والد نے نہ مانا تو سب سے پہلے ہجرت کر کے سرحد شام و عرب کے بیابان میں خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرنا شروع کی اور خدائے واحد کی عبادت کرنا سکھائی توریت کتاب پیدائش میں لکھا ہے کہ خداوند نے ابراہیم کو جلوہ دکھا کر فرمایا کہ میدان موریہ میں میرے لئے ایک قربانگاہ بنا.

قربانی اصل میں معبود سے تعلق پیدا کرنے کا قدیم ترین عملی اظہار ہے جو انسان کے فطری جذبات خوف و رجا (جن پر ایمان کا مدار ہے) پر مبنی ہے. تاریخ مذاہب پر غور کرو. دیکھو مشرک و موحد کی قربانی بہ حیثیت فعل اگرچہ یکساں نظر آتی ہے لیکن نیت اور معبود سے تعلق کی نوعیت نے فرق پیدا کر دیا اور توحید کو شرک سے الگ کر دیا. اب

"گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی"

حضرت ابراہیمؑ کے بعد ان کے بیٹے اسحٰقؑ نے اور پوتے یعقوبؑ نے بیر شبع اور بیت ایل میں خدائے واحد کے لئے قربان گاہیں بنائیں۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰؑ نے بھی بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجہ سے نجات دلا کر بیابان میں بارہ ستون اسرائیلی قبائل کے شمار کے مطابق نصب کر کے خداوند یہواہ کے لئے قربان گاہ بنائی۔ بعد آب کے یہ رسم قائم رہی یہاں تک کہ حضرت سلیمانؑ ابن حضرت داؤدؑ

نے ایک بیت المقدس کی ایک عالیشان عمارت تعمیر کی اور پھر یہی خانہ خدا۔ قربانگاہ اور قبلہ قرار پایا۔ ختم تعمیر پر آپ نے اس کی قبولیت کی دعا فرمائی۔ تب یہ وحی نازل ہوئی۔

تو نے یہ گھر بنایا کہ میرا نام ابد تک رہے میں نے اس کو مقدس کر دیا۔ اگر تو اپنے باپ داؤد کی طرح راستی اور صداقت سے چلے گا۔ میرے احکام پر عمل کرے گا تو میں تیری سلطنت کا تخت اسرائیل میں ہمیشہ قائم رکھوں گا۔ لیکن اگر اس کے خلاف ہوگا اور اجنبی معبودوں کی پوجا ہوگی اور ان کو سجدہ کرو گے تو بنی اسرائیل کو جو یہ سرزمین ان کو عطا کی ہے فنا کر دوں گا اور اس گھر کو جو مقدس کیا ہے نظروں سے گرا دوں گا اور اسرائیل سارے عالم میں انگشت نما اور سرگشتہ ہو جائے گا۔ عہد عتیق ملوک اوّل باب ۹ و تاریخ الایام، دوم باب ۸)

حضرت سلیمانؑ کے بعد جب بنی اسرائیل میں خانہ جنگی شروع ہوئی تو شاہان اسیریا ان پر غالب آئے اور منجملہ بارہ اسباط بنی اسرائیل کے دس قبیلے گوسالہ پرست بنکر سامرئین کہلائے اور اسیریا والوں کے مطیع ہو گئے باقی دو اسباط کچھ عرصہ تک خود مختار رہے اور بیت المقدس کی حفاظت کرتے رہے آخر ان کی نافرمانیوں کی باعث بابل کا بادشاہ بخت نصر حملہ آور ہوا۔ اور بنی اسرائیل کو گرفتار کر کے ساتھ لے گیا اور بیت المقدس کو برباد اور ویران

کر دیا۔ کتب مقدسہ تورات کے اصل نسخے جلا دیے گئے۔ اور تبرکات انبیاء سب غارت ہو گئے۔ پچاس برس کے بعد شاہ عجم گستاسپ نے بابل کو جب فتح کیا تب اسرائیل کو قید سے رہائی ملی اور بیت المقدس دوبارہ آباد ہوا۔ حضرت عزرا نبی نے تورات کو پھر لکھوایا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد جب یہود نے نافرمانی شروع کی اور انبیاء کو قتل کرنے لگے یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت مسیحؑ ابن مریمؑ پر قساوت قلبی کے ساتھ ظلم وستم روا رکھے تو رومیوں نے بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی مقدس صحیفے پھر جلائے گئے۔ یہود قتل وغارت سے جو بچے وہ سب فلسطین سے نکال دیئے گئے۔ اب وہ ذلیل وخوار ہو کر عالم میں مارے مارے پھرنے لگے۔ سچ ہے ؎

حلم حق با تو مواسا ہا کند :: چونکہ از حد بگذرد رسوا کند

بیت المقدس کی عبرت انگیز داستان

دنیا میں کوئی ایسا شہر نہیں جس نے یروشلم کی طرح (جس کے لفظی معنی سلامتی کے گھر کے ہیں) سترہ مرتبہ محاصرے کی سختیاں برداشت کی ہوں اور جس کے چپہ چپہ پر گلی کوچوں میں کئی بار خون کی ندیاں بہی ہوں۔ بابلی اور رومی بت پرست تھے انھوں نے جو کچھ مظالم کر کے اس مقدس شہر کو ویران کیا خراب ان کا ذکر ہی کیا وہ دونوں قدیم زبردست سلطنتیں مٹ گئیں لیکن عیسائیوں نے صلیبی لڑائیوں میں جس طرح ۱۰۹۹ء میں

احاطہ حرم کے اندر پرستاران توحید کو ذبح کر کے گھوڑوں کے زین تک خون میں تیرتے ہوئے داخل ہوئے۔ اس کی مثال کہیں نہ ملے گی۔ کیا امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضؓ کے پر امن داخلہ بیت المقدس کا جس میں کسی کی نکسیر تک نہ پھوٹی۔ یہی صلہ تھا۔ خیر وہ تو رسول اللہ کے جلیل القدر دوسرے خلیفہ تھے۔ سلطان صلاح الدین جو مطلق العنان بادشاہ اسلام تھا اس نے ۱۱۸۹ء میں یعنی صلیبی خونخواروں کے نوے برس بعد بیت المقدس کو پھر فتح کر کے کیا حرم میں داخل ہو کر، کوئی جوابی کاروائی کی تھی اس کا جواب اگر اسلامی مورخین سے نہیں تو عیسائیوں کے مشہور مورخ گبن کی تاریخ میں پڑھ لو۔

اے خون انبیاء اور شہداء سے رنگین سرزمین تیری خونی داستان خون کے آنسو رلاتی ہے۔ خدا جانے ابھی تیری قسمت میں اور کیا لکھا ہے۔ یہود سے سنا ہے کہ تیری سوختنی قربانی (تفصیل درج ذیل) کے لئے آسمان سے آگ اترا کرتی تھی۔ اب سائنس کے اس ایٹمی دور میں جب کہ ایک چھوٹی سی اسرائیلی حکومت حال میں قائم کی گئی ہے۔ ہولناک بمباروں سے خدانخواستہ تیری قیامت خیز جنگ عظیم عالم میں جہنمی آگ برسنا باقی ہے!

ہاں اے سبز گنبد میں آرام فرمانے والے رحمتؐ عالم

"خیر کرشد مشرق و مغرب خراب"

رسم قربانی پر ایک نظر

قدیم انسان کسی درخت کے نیچے یا چشمہ کے قریب اپنے گلہ سے ایک جانور چن کر اس کا خون کسی پتھر پر چھڑک کر اپنے معبود کے نذر کرتا تھا اور تھوڑا خود پی لیتا تھا تاکہ عبد و معبود میں خون کا مضبوط تعلّق پیدا ہو جائے۔ بنی اسرائیل میں ادائے شکر یا تجدید عہد کے لئے ایک بن تراشا ہوا پتّھر بطور ستون قائم کرکے اس کو مذبح قرار دیتے تھے جہاں خدائے واحد کے نام پر قربانی ہوتی تھی۔

اسیری بابل سے رہا ہوکر جب بنی اسرائیل کو دوبارہ بیت المقدس بنانے کی اجازت مل گئی تو صرف بیت المقدس قربانگاہ قرار پایا جہاں عجیب طریقہ سے حسب ذیل قربانیاں ہوتی تھیں

(۱) "علا" یعنی قربانی سوختنی۔

گائے، بیل، بھیڑ، بکری وغیرہ میں سے ایک بے عیب جانور چن کر ہیکل سلیمانی کے سامنے لاتے تھے۔ قربانی کرنے والا پہلے اپنا ہاتھ قربانی کے سر پر رکھتا تھا پھر ذبح کرکے اور کھال کھینچ کر عضو عضو جدا کرتا تھا۔ خون کو کاہن جمع کرکے مذبح کے ہر طرف چھڑکتے تھے اور قربانی کو جلا ڈالتے تھے۔

(۲) حطہ یعنی گناہوں کا کفّارہ۔

گناہگار ایک بے عیب بچھڑا یا پھر دو قمریاں ہیکل کے سامنے لاکر ذبح کرتا تھا۔ کاہن اپنی انگلی لہو میں ڈبو کر حرم کے خاص الخاص

پردہ پر سات مرتبہ چھڑکتا تھا پھر بقیہ خون مذبح کی جڑ میں بھر دیتا تھا۔ کلیجی، گردے اور چربی قربانی سوختنی کی طرح آگ میں جلاتے تھے۔ جماعتوں کا کفّارہ بھی اسی طرح ادا ہوتا تھا۔

(۳) شَلَم یعنی سلامتی کی قربانی

اس میں جانور اور کھیت کی پیداوار بھی شامل ہوتی تھی جانور کا خون مذبح پر ڈالتے تھے۔ چربی جلاتے تھے اور گوشت کھا لینے کی اجازت تھی۔ کاہن کے سامنے میدہ، تیل سے تر کیا ہوا یا فطیری روٹیاں یا خمیری کلچے کاہن کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ کاہن ان میں سے تھوڑا لے کر پہلے کچھ مذبح پر قربانی سوختنی کی طرح جلاتا تھا باقی خود کھاتا تھا۔

(۴) ہر سال کاہنوں کا امام جملہ بنی اسرائیل کے ہر قسم کے گناہوں کا بار ایک بکرے کے سر پر اپنا ہاتھ پھیر کر رکھ دیتا تھا۔ پھر وہ بکرا گناہوں کا بار اٹھائے ہوئے ویران جنگل میں چھوڑ دیا جاتا تھا۔

عیسائیوں میں سینٹ پال نے یہ تعلیم دی کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے حضرت مسیحؑ کو مجسّم کر کے بھیجا کہ وہ بطور فدیہ پیش ہو اور بنی آدم کے گناہوں کا بار اٹھا کر اپنے جسم کے خون سے کفّارہ ادا کر کے ان کو نجات دلائے۔ گرجا میں قربانی کی قائم مقام یہ رسم عشاء ربّانی کے نام سے مشہور ہے یعنی روٹی اور پانی کو پادری متبرّک بناتا ہے وہ مسیحؑ کے خون اور گوشت کی شکل میں ہمارے جسموں میں داخل

ہو کر باعث نجات ہوتی ہے۔ مسئلہ تثلیث کی طرح یہ عشاء ربانی بھی پراسرار ہے۔ پانی کے عوض اب شراب مستعمل ہے۔ ایسی دینی نعمت کون چھوڑ سکتا ہے۔

نکتہ قرآن پاک میں قربانی کا حکم ہے لیکن یہ صاف سنا دیا۔ لَن یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُومُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِن یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنکُمْ۔ اللہ کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہونچتا لیکن تمہارے قلب کا تقویٰ پہونچتا ہے) اور اسی سلسلہ میں یہ بھی سمجھا دیا کہ "ہر امّت کے واسطے ہم نے طریق عبادت مقرّر کیا تاکہ تم اللہ کا نام لو اس پر جو ہم نے جانوروں میں سے دیئے پس معبود تمہارا خدائے واحد ہے اسی کے فرماں بردار رہو اور عاجزی کرنے والوں کو بشارت ہے"۔

شکر نعمت اور حصول تقرّب کے لئے جب خدائے واحد کے نام پر قربانی کی تو اس کا گوشت خود کھاؤ اور کھلاؤ۔ اللہ تم سے خون اور گوشت نہیں چاہتا وہ تمہارے دل کی پاکی اور پرہیزگاری دیکھتا ہے۔ جانور کو اسی نے تمہارا فرمانبردار بنایا۔ اب تم اپنے مالک حقیقی کی فرماں برداری کرو۔

مذکورہ بالا آیات قرآنی سے مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے باطل اور غلط رسوم سب رد ہو گئے

بیت العتیق بیت المقدس کے حالات پڑھے اب خدائے ابراہیمؑ کے بیت اوّل کا ذکر سنو۔

حضرت ابراہیمؑ کی عمر جب ۸۶ برس کی تھی اُس وقت خدا نے آپ کو ایک بیٹا حضرت ہاجرہ مصریہ کے بطن سے عطا فرمایا جن کا نام اسمٰعیل رکھا گیا۔ پھر ۱۳ برس کے بعد جب آپ کی عمر ۹۹ سال کی تھی دوسرا بیٹا اسحٰقؑ آپ کی پہلی بی بی حضرت سارہ کے بطن سے عطا فرمایا۔ تب آپ نے اپنے بڑے بیٹے اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ ہاجرہ کو فاران کی وادی میں آباد کیا۔ توریت میں لکھا ہے کہ خدا نے ہاجرہ کو بشارت دی وہاں ان کو ایک چشمہ نظر آیا (جس کو زمزم کہتے ہیں) خدا لڑکے کے ساتھ تھا وہ بڑا ہوا اور تیر انداز بن گیا اور فاران میں رہنے لگا۔ جرہم کا ایک قبیلہ بھی وہیں آکر آباد ہوا اور سردار قبیلہ نے اپنی بیٹی اسمٰعیلؑ کو دی۔

حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے کے ساتھ مل کر وہاں خدا کا سب سے پہلا گھر بنایا۔ آباد ہو جانے کے باعث اس مقام کو بکہ کہنے لگے (جو بعد کو مکہ مشہور ہوا) جیسا کہ قرآن مجید میں لکھا ہے۔ خدائے لامکان کا یہ مکان ایک بے چھت کی چار دیواری تھی جس کو کعبہ کہنے لگے۔ وہ پتھر جو خانۂ کعبہ کے شمال میں لگا ہے اور اس پر ایک قبہ بنا ہے وہ آج تک "مقام ابراہیم" کہلاتا ہے۔ اسی طرح وہ سنگ اسود جو کعبہ کے مشرقی اور شمالی کونے میں لگا ہے بطور نشان قائم کیا کہ وہیں سے طواف شروع کیا جائے۔ پھر باپ بیٹے دونوں نے مل کر خدائے واحد سے یوں دعا کی۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ

يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (یعنی اے ہمارے پروردگار ان میں سے ایک رسول پیدا کر جو ان کو تیری آیتیں سنائے ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کو برائیوں سے پاک کر کے سنوارے بیشک تو عزت والا حکمت والا ہے) دعا رقبول ہوتی ہے اور نسل ابراہیمی سے چھٹی صدی عیسوی میں ہمارے حضرت خاتم النبین علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہو کر سارے عالم کو اسلام کا دین کامل سکھاتے ہیں۔

حضرت اسمٰعیلؑ کا قیام اگرچہ وادی فاران میں رہا لیکن توریت سے ثابت ہے کہ خاندانی تعلقات قائم رہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ نے مل کر دفن کیا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی وفات پر سوتیلے بھائی موجود تھے۔ حضرت یعقوبؑ کے بڑے بھائی عیص ابن اسحٰقؑ نے اپنی چچازاد بہن بنت اسمٰعیلؑ سے عقد کیا۔

حضرت اسمٰعیلؑ کے بارہ بیٹے تھے جن کو توریت میں بارہ شاہزادے کا لقب درج ہے ان میں قیدار خاص طور سے مشہور ہیں۔ اسمٰعیلی نسل پھیل کر حجاز یمن نجد وغیرہ مقامات میں برسر اقتدار رہی۔ معبد ابراہیمی یعنی کعبہ سب کا مرکز عبادت رہا جہاں سالانہ حج ہوتا تھا دور دور سے لوگ آتے تھے قربانیاں کرتے تھے خانۂ کعبہ کا طواف ہوتا تھا اور اپنے جد بزرگوار حضرت ابراہیمؑ کی طرح لبیک لبیک پکارتے ہوئے احرام باندھتے ہوئے مل جل کر عبادت کرتے تھے اور لڑائیاں

بند ہو جاتی تھیں۔

حضرت داؤدؑ کو شاہ طالوت نے جب گرفتار کرنا چاہا تو آپ نے قیدار کے خیموں میں پناہ لی اور حج بیت اللہ کا نظارہ دیکھا جیسا کہ زبور نغمہ ۸۴ میں لکھا ہے۔ پھر جب آپ بنی اسرائیل کے بادشاہ ہوئے تو زمین لے کر بیت المقدس کی بنیاد ڈالی جسکی آپ کے بیٹے حضرت سلیمانؑ نے تکمیل کی جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا۔

حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں رسم قربانی اسیطرح عرصہ تک جاری رہی جس طرح حضرات ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ کے دور میں تھی لیکن جب قید بابلی سے رہائی پا کر بنی اسرائیل میں قربانی سوختنی وغیرہ رسمیں پیدا ہوئیں اور اصل تورات کے نسخے ضائع ہو گئے اسی طرح نسل اسمٰعیل میں بھی قبیلۂ قریش نے بُت پرستوں کی تقلید میں مشرکانہ رسمیں خدائے ابراہیمؑ کے پہلے گھر میں جاری کر دیں اور کعبہ کو بیت الصنم بنا دیا اور بتوں کے نام سے قربانیاں ہونے لگیں۔ خون کعبہ کی دیواروں پر چھڑکنے لگے۔ موسم حج میں دور دراز مقامات سے عرب اپنے قومی معبد کعبہ میں آتے تھے اور ننگ دھڑنگ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے طواف کرتے تھے اور صفا اور مروہ کے بیچ میں جہاں بُت رکھے تھے سعی ہوتی تھی۔ خانہ کعبہ کے اندر تین سو ساٹھ بُت اور چھت پر عقیق سرخ کا تراشا ہوا ایک بڑا بت ہبل نصب تھا اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے تماثیل دیواروں پر!

ہجرت نبوی کے بعد جب قریش نے مدینہ پر حملے شروع کئے اور بدر۔ اُحد۔ اور احزاب کے غزوات میں کچھ نہ کر سکے تو آخر دس سال

کے لیے صلح کرلی لیکن پھر عہد شکنی کی تب ۸ھ میں رسول اللہؐ نے مکہ کا محاصرہ کر لیا اور بغیر جنگ کے قریش مطیع ہوگئے اور آپ نے ان کو معاف کر دیا لیکن سب سے پہلے بیت اللہ سے بتوں کی آلائش پاک کر دی اور مشرکین قریش نے اسلام قبول کر لیا۔ اور جاہلیت کی رسمیں موقوف کر دی گئیں اور حج بیت اللہ دین حنیف حضرت ابراہیمؑ کی تلقین کے مطابق اپنی اصلی حالت میں آگیا۔

نظم

(یہ نظم جو ۱۹۲۰ء میں لکھی تھی اور جس میں بیت المقدس اور کعبہ شریف کی طرف اشارہ ہے حسب ذیل ہے)

مکان لامکان

جب لامکاں کا ہم نے دل میں مکاں بنایا
فاراں کی زمین پر تب اک نشاں بنایا

سینا پہ ہم جو پہونچے دیدار کی طلب میں
پردے میں شعلہ کے تب جلوہ ہمیں دکھایا

تب قدس کی پہاڑی پر ہم نے راگ گایا
سجدے کے شوق میں پھر اک آستاں بنایا

روما کے بھیڑیوں کو تب تو نے ہم پہ چھوڑا
زاغ و زغن نے اپنا مسکن وہاں بنایا

غار حرا میں تو نے تب خود ہمیں پکارا
لیلیٰ جان کا ہم کو پھر ساربان بنایا
ہم نے بھی جھوم کر پھر ایسا حدی سنایا
سارے جہاں کو تیرا ہی سبحہ خواں بنایا
خوش ہو کے تو نے جلوہ دکھلایا پھر حرم میں
اور اس کو تا قیامت دارالاماں بنایا
کعبہ میں ڈھونڈھتا ہے۔ وہ چار سو اسی کو
جس دل میں لامکاں نے اپنا مکاں بنایا
بیت العتیق دین ہے نو آب کعبۃ اللہ
حافظ وہی ہے۔ جس نے سارا جہاں بنایا

حجۃ الوداع ۱۰ھ

حج کے ایام قریب آرہے تھے اس مرتبہ خود آنحضرت صلعم ۲۵ ذیقعدہ ۱۰ھ کو مدینہ منوّرہ سے حج کرنے کو چلے اور تمام مسلمانوں کو اطلاع دی کہ جو لوگ حج کرنا چاہیں ہمراہ چلیں۔ فوراً شیدائیان دین ہر طرف سے دوڑے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار عظیم الشان مجمع کے ساتھ رسول اللہؐ حرم کعبہ میں داخل ہوئے۔ جمعہ کے دن نویں ذی الحجہ کو عرفات کا سارا میدان مہبط انوار بن گیا۔ اور کچھ اور ہی عالم نظر آنے لگا۔ امیر، غریب کالے، گورے بردی، شہری سب کے سب سر کھولے ہوئے اور ایک چادر (احرام

باندھے ہوئے ذوق و شوق کے ساتھ لبیک لبیک بلند آواز سے کہہ رہے ہیں یہ عاشقانہ ہیّت یہ وجد یہ بیخودی اور ہوشیاری میں مستی کچھ عجیب نظر آتے رہتے ہیں، عشاق کی چاک گریبانی مشہور ہے یہاں خیر سے گریبان ہی نہیں چاک گیا کریں۔

دو پہر ڈھلے منتظرین کے اس عظیم المرتبت مجمع کے سامنے قادر الکلام نبی اُمّیؐ افصح العرب رسول آخرالزماں نے ایک بلیغ اور موثر خطبہ دیا جس کا ماحصل یہ تھا۔

"لوگو میری بات غور سے سنو۔ خدا جانے آئندہ سال مجھے تم سے ملنے کا موقع ملے یا نہ ملے۔ جسطرح آج کے دن اور مہینہ کی تم حرمت کرتے ہو۔ اسی طرح ایک دوسرے کا ناحق خون کرنا اور مال لینا تم پر حرام ہے خوب یاد رکھو کہ تم کو خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تمہارے سب کاموں کا پورا حساب لے گا۔

لوگو! جس طرح عورتوں پر تمہارے حقوق ہیں اسی طرح تم پر تمہاری عورتوں کے حقوق ہیں۔ ان کے ساتھ ملاطفت سے پیش آنا۔ یاد رکھنا خدائے قدیر کی ذمہ داری پر وہ تمہارے لئے حلال ہوئیں اور اسی کے حکم سے تم نے ان پر تصرّف کیا پس ان کے حقوق کی رعایت میں خدا سے ڈرتے رہنا۔ اور ہاں غلاموں کے معاملہ میں جیسا تم کھانا ان کو بھی کھلانا اور جیسے کپڑے پہننا ان کو بھی دینا اور اگر ان سے ایسی خطا ہو کہ تم معاف نہ کر سکو تو پھر ان کو آزاد کر دینا کہ وہ بھی خدا کے بندے ہیں ان کے ساتھ

سخت برتاؤ کرنا نہ چاہیئے۔

لوگو! میری بات غور سے سنو اور خوب سمجھو۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جتنے کلمہ گو ہیں سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ سب مسلمان اخوت کے سلسلے میں داخل ہیں۔ تمہارے بھائی کی کوئی چیز اس وقت تک تم کو جائز نہیں جب تک وہ خوشی سے نہ دے۔ خبردار ناانصافی کے پاس نہ پھٹکنا۔ میں نے تم میں ایک ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو مضبوط پکڑو گے اور اسی پر عمل کرو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ چیز خدا کی کتاب ہے۔

اے لوگو! عمل میں اخلاص۔ مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی اور جماعت میں اتفاق یہ تین باتیں سینہ کو پاک و صاف رکھتی ہیں۔ حاضرین تم کو لازم ہے کہ میرا کلام ان لوگوں کو جو یہاں موجود نہیں ہیں سُنا دینا۔ کیا عجب وہ شخص جس کو پیغام پہونچایا جائے۔ سننے والے سے زیادہ یاد رکھے (سیرت ابن ہشام) خطبہ کے اختتام پر حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا۔ لوگو قیامت کے دِن تم سے سوال کیا جائے گا کہ میں نے تم سے کیا معاملہ کیا اور تم میں کیوں کر زندگی بسر کی تم اس کا کیا جواب دو گے چاروں طرف سے فوراً ہزاروں آوازیں بلند ہوئیں۔ یا رسول اللہ ہم گواہ ہیں کہ آپ نے خدا کے سب احکام ہم کو پہونچا دیئے کوئی نصیحت اٹھا نہیں رکھی اور رسالت کا پورا حق ادا کر دیا۔ یہ سنکر آپ نے انگشت شہادت آسمان کی طرف جوش میں اٹھا کر تین مرتبہ

فرمایا اَللّٰھُمَّ اَشْھَدُ اَللّٰھُمَّ اَشْھَدُ اَللّٰھُمَّ اَشْھَدُ۔ اے اللہ گواہ رہنا میں نے حق خدمت ادا کر دیا

حق تعالیٰ نے اپنے رسول اور اس کی امت کی تصدیق اور اپنی رضامندی کے اظہار میں یہ آیت نازل فرمائی

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (سورہ مائدہ پارہ ۶)

میں نے آج کے دن تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور تمہارے واسطے دین اسلام کو پسند کیا۔

حقیقت میں اگر کسی مذہب نے انسان کی فطرت کا پورا پورا اندازہ کر کے اس کی دینی اور دنیوی فلاح کی غرض سے جامعیت کے ساتھ عاقلانہ اور کامل اصول قائم کئے ہیں وہ مذہب اسلام ہے اس کے عقائد صاف اور سیدھے۔ محال عقلی سے بری اور پھر ایسے ہمہ گیر کہ عالم اور جاہل فلسفی اور عامی سب کے ذہن میں اتر جائیں۔ کلمہ شہادت جو اس کا اصل اصول ہے توحید کامل یعنی توحید فی الذات توحید فی الصّفات اور توحید فی العبادت پر مبنی۔ پھر حقیقت نبوت یعنی عبدیت اور رسالت کو اس خوبی کے ساتھ ذہن نشیں کر دیا ہے کہ کسی مذہب میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ نہ یہاں تثلیث کا معمانہ الوہیت مسیحؑ کا راز۔ نہ دیوتاؤں کی خوش فعلیاں اور نہ اوتاروں کے دخل در معقولات۔ عقائد کی طرح اسلام کے اعمال بھی صاف اور

سیدھے۔ عقلِ سلیم پر مبنی اور سب پر شامل۔ اخلاق میں کانٹے کی تول یعنی فطرت انسانی کا پورا لحاظ۔ انسان کی پیدائشی متضاد صفتوں کی سچّی اصلاح اور روک تھام۔ نہ یہاں افراط ہے نہ تفریط بس صراطِ مستقیم پر چلنے کی تعلیم ہے۔ محض تعلیم نہیں بلکہ خود چل کر راستہ بتادیا اور اپنے ساتھ مومنین سابقین کو بھی پار اتار کر نظیر قائم کردی۔ عبادات میں صرف توجہ الی اللہ پر مدار خود عابد کی ذات میں للّٰہیت کا پیدا ہو جانا۔ باہمی اتفاق کی تعلیم۔ نہ رہبانیت ہے نہ جوگ۔ نہ نروان کی افسردگی۔ نہ یہود کی ظاہر پرستی بال کی کھال نکالنا اور کھڑاگ۔ بس حسنِ معاشرت جزءِ عبادت ہے۔ نیت پر دار مدار۔ باہمہ و بے ہمہ۔ تمدّن معاشرت اور اقتصادیت میں ہر قوم کے خصائص کے لحاظ سے ایسے جامع اور مانع اصول کی تعلیم اجتہادی رنگ میں کہ ہر زمانہ میں ہر قوم کے واسطے اس دنیائے پُرشور و شر میں دستور العمل بن سکیں۔ سبحان اللہ! غرضکہ حق تعالیٰ نے اس دینِ کامل کے ذریعہ سے جو دینِ حق ہے کوئی بات اٹھا نہ رکھی۔ اسی وجہ سے نبی اُمی روحی فداہ خاتم النبیینؐ ہیں۔ اور ہونا بھی چاہئے۔ ارادہ الٰہی نے طے کردیا تھا کہ آپ کے بعد جب سائنس کے حیرت انگیز ایجاد و اختراع کا زمانہ آئے اور بجلی اور بھاپ اور دیگر عناصر کے پوشیدہ صفات منکشف ہو جائیں۔ تجربہ اور

ہوا میں خاک کا پتلا خلیفۃ اللہ کا سچّا دعویٰ آنکھوں سے دکھا دے اور مشرق و مغرب، شمال و جنوب سب ایک نظر آئیں۔ ایسی ترقی دنیوی کے دور میں اب دوسرے نبی یا رسول کے آنے کی ضرورت کیا ہے۔ آفتاب رسالت بیت اللہ سے چمکا اور قیامت تک چمکتا رہے گا۔ دوسرے آفتاب کا تصوّر صرف حلقہ دام خیال ہے۔ وَالحَمدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحسَانِہٖ

باب پنجم

تکمیل دین

انسان کی محدود زندگی میں اس گھڑی کی خوشی کا کیا پوچھنا جب کہ کسی کام کا جس میں وہ ہمہ تن مصروف رہا ہو سرانجام ہوجائے دنیا میں بہت کم ایسے بانیان مذاہب گذرے ہیں جنھیں اپنی فی سبیل اللہ کوششوں کے خوشگوار نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھکر ایسی خوشی حاصل ہوئی ہو مگر یہ شرف بھی نبی اُمیؐ کے واسطے مخصوص تھا کہ حق تعالےٰ نے آپ کے مُبارک ہاتھوں سے دین کو کامل کرکے سچّی خوشی عطا فرمائی ذَالِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ

رسول برحق محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے دورِ مکّی میں دنیا کو ان کے گناہوں پر تنبیہ کیا اور نیکی کی تعلیم دی اب دور مدنی میں فیصلہ سنانے کا وقت آیا۔ غور کرو۔ فیصلہ کون سناتا ہے؟ کرسی عدالت پر بیٹھنے والا جج جس کے حکم کی تعمیل کی جاتی ہے اور عدول حکمی کی سزا حبس یا قتل اور جس کے فیصلے بطور نظیر پیش ہوتے ہیں۔

مخالفین اسلام خاص کر عیسائی کہتے ہیں کہ وہ جو مکہ میں رسول تھا مدینہ میں بادشاہ بن بیٹھا۔ کاش یہ کوتاہ بین رسول کے مفہوم پر غور کرتے یہ وہ رسول تھا جس کے خدا نے اس کو مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى کی بشارت دی تھی۔ جو غار ثور میں جب موت آنکھوں کے سامنے پھر رہی تھی گھبرانا کیا معنی اپنے رفیق کو یوں تسلی دیتا تھا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے) یہ وہ رسول تھا جو انسان کی فطری قوتوں کی تہذیب اور تزکیہ کے لئے آیا تھا، تاکہ وہ درجۂ کمال پر پہنچ کر نیابت الٰہی کے فرائض زمین پر ادا کرے۔ اسی رسول کی بادشاہت حقیقی معنی میں آسمانی بادشاہت تھی۔ جس میں قیصریت تھی نہ کسرویت اس کے ملکوتی تخت کے چار پائے۔ حکمت، عفت، شجاعت اور عدالت تھے۔ اس کے نورانی تاج میں یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ کے جواہرات ٹکے ہوئے تھے

دور مدنی کی یہی ما بہ الامتیاز خصوصیتیں ہیں کہ تدبیر منزل اور سیاست مدن کی عملی تعلیم دی گئی ہے۔ جو ہر زمانہ میں ہر قوم کے لئے مفید ہے بشرطیکہ اب اس کے سمجھانے والے اسلام کی سچی ہمدردی اور سچی روح رکھتے ہوں اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر وسعت نظر اور روشن خیالی سے چلتے ہوں۔

دور مدنی میں جس قدر قرآن نازل ہوا اس میں سب سے بڑا حصہ احکام کا ہے۔ متعلق بہ عبادات و معاملات۔ یہیں نماز پنجگانہ

باجماعت، اقامت جمعہ عیدین، صوم رمضان، احکام زکوٰۃ و حج عورتوں کے حقوق، قواعد میراث، شراب، جوا، سود وغیرہ کی حرمت اہل کتاب اور مشرکین کے ساتھ طرز عمل کی نوعیت سیاست اور نیابت الٰہی کے اصول اور استعمال غرضکہ دین کی تکمیل اسی دور میں ہوئی۔ اور کل ۲۴ا سورتیں نازل ہوئیں۔

تمام احکام اس طور سے قرآن مجید میں مذکور ہیں کہ ایک قسم کا لونچ ان میں پایا جاتا ہے۔ جو امتداد زمانہ کے ساتھ ترقی کا ضامن اور جمود کا توڑنے والا ہے۔

دور مدنی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں تیغ و سنان سے کام لیا گیا۔ لیکن اگر مغازی اور سیر پر انصاف کی نظر ڈالی جائے تو صاف نظر آجائے گا کہ اشاعت اسلام اور تعلیم دین کے لئے دور مکی اور دور مدنی دونوں میں وہی ایک جذبہ عنایت کام کر رہا تھا۔ بس فرق یہ تھا کہ وہاں دامان مادر تھا۔ یہاں سیلی استاد۔ وہاں داروئے تلخ یہاں انجکشن۔ وہاں جہاد اکبر تھا۔ یہاں جہاد اصغر۔ وہاں خنجر تسلیم و رضا تھا۔ یہاں شمشیر عدل و انصاف۔

کلام اللہ کی عالمی تلقین

ہے بشر میں شر مگر خیر البشر فخر رسل
دے گئے ہیں ایک کتاب ایسی جو ہے خیر الکلام

وہ ہے فرقان، وہ ھدیٰ وہ ہے شفا لاریب فیہ
امن عالم کیلئے ہے ایک ربانی پیام

ماہ رمضان المبارک میں شب قدر ایک ہے
یہ حرا میں شب کو اترا تھا بعزّ واحترام

اسکی ہے توحید کامل، دین ہے اسکا یسیر
عدل واحساں پر عمل ہو مسلک ہر خاص وعام

انفرادی زندگی میں قلب کی تسکین ہے
اجتماعی زندگی مہر ومروت ہے تمام

اس میں تہذیب وتمدن اور حکمت مجتمع
اسمیں ہے تدبیر منزل اور معاشی انتظام

آسمانی جو صحائف ہیں "مہیمن" انکا ہے
حافظوں کے قلب میں محفوظ تا روز قیام

معجزے نبیوں نے دکھلائے مگر یہ معجزہ
حشر تک ہے زندہ۔ نبی امی تھے کیا عالیمقام

دین و دنیا کے لئے درس الٰہی ہے یہی
اسمیں ہے اصلی ترقی بشر کا اہتمام

ہے جہاد فی سبیل اللہ کا یہ اک جز
صلح وعفو وامن کا بھی ایک دلکش ہے پیام

رحمۃ للعالمین پیغمبر اس اللہ کے
ہے جو رب العالمین ہے فیض اسکا سب پہ عام

کیوں نہ پھر تلقین قرآنی ہو عالم کے لئے
زر زمین وزن کے جھگڑوں سے ہے خواب حرام

بین الاقوامی سیاست کیلئے محکم اصول
سارے عالم کے لئے قرآں ہے حق کا کلام

پاکباز و پاک باطن ہوں جہاں بھی ہم رہیں
ہے لقب خیر الامم قرآں میں اپنا والسلام

نظم

دردِ ملت

تڑپ جاتے ہیں ہم دنیا میں ہر سو دردِ ملت سے
بھرا ہے شیشۂ دل اپنا خونابِ محبت سے
یہ جذبہ وہ ہے جو ہر کلمہ گو کے دل میں پنہاں ہے
یہ جذبہ وہ ہے جو پیدا ہوا عہدِ رسالت سے
یہ جذبہ وہ ہے جس نے رنگ کی تفریق کو کھویا
یہ جذبہ وہ ہے جو ظاہر ہوا کثرت میں وحدت سے
یہ جذبہ وہ ہے جو بھی خونِ صالح قلبِ مومن میں
یہ جذبہ نہر ہے نکلی ہے جو دریائے رحمت سے
یہ نسلی امتیازوں کے لئے اک برقِ خاطف ہے
یہ ٹھکرا دیتا ہے قومی تفاخر کو حقارت سے

ہمیں یہ مغربی تہذیب دھوکا دے نہیں سکتی
کہ مسلم دیکھتا دنیا کو ہے نور فراست سے

قرونِ مظلمہ میں ہم نے یورپ کو کیا روشن
نکالا اس کو جہل و وہم کی قعر مذلّت سے

ہم ہی تھے نسل اسرائیل کے کہف اماں جیدام
نکالی جاتی تھی نصرانیوں کی بادشاہت سے

بنایا اندلس کو ہم نے جنّت کی طرح لیکن
نکالا ہم کو پھر نصرانیوں نے کس قساوت سے

ہمارے ذمّیوں کے ساتھ احسان یاد کر یورپ
نہیں گر یاد ہیں تو پوچھ لے ان خود بدولت سے

معاذ اللہ گر غیروں کو ہم پامال کر دیتے
تو خارج ہم کبھی ہوتے نہ بلقان کی حکومت سے

مطلع ثانی

ٹھہر اے خامہ کیا لکھتا ہی تو جوشِ طبیعت سے
سنبھل اے دل تڑپتا کس لئے ہی دردِ ملّت سے

جو مسلم ہیں بنا ہے چار گوہر سے خمیر اُن کا
شرافت سے شجاعت سے محبّت سے عبادت سے

جو مسلم ہیں وہ ہیں خیر الامم دنیائے پُرفن ہیں
کہ مثل آئینہ سینہ ہے صاف ان کا کدورت سے
خدا کے واسطے لڑنا خدا کے واسطے ملنا
خدا کی راہ میں چلنا خلوص و استقامت سے
جو مسلم ہیں تواضع میں نہیں ان کا کوئی ثانی
مجسم قہر حق لیکن ہیں وہ تو ہستی ملت سے
جو مسلم ہیں وہ اپنے قول کے پابند ہوتے ہیں
ہمیشہ دیکھتے ہیں "پالسی" کو سخت نفرت سے
جو مسلم ہیں نہیں وہ دو رخی باتیں کبھی کرتے
وہ جس سے ملتے ہیں ملتے ہیں اس سے صاف طینت سے
وہ دشمن پر بھی کرتے رحم ہیں قدرت جو پاتے ہیں
زمانہ مثل آئینہ انھیں تکتا ہے حیرت سے
لقب ہے رحمۃ اللعالمین کونین میں جن کا
سراپا رحم ہیں ہم حلم میں ان کی عنایت سے
دیا ہے ہم کو اک مصباح دین اللہ نے ایسا
کہ رکھا ہے جسے دنیا میں خود اس نے حفاظت سے
وہ نُنجِ الْمُؤْمِنِیْنَ حَقًّا عَلَیْنَا[1] صاف کہتا ہے
قوی دل کیوں نہ ہوں دنیا میں ہم ایسی بشارت سے

---

[1] ایمان والوں کو بچانا ہم پر حق ہے

کسی شے سے ترے ڈرتے نہیں اے عالم فانی
خدا کا خوف ہے امّید ہے بس اسکی رحمت سے
ہماری زندگی اور موت ہی سب ہاتھ میں اسکے
بنا ہے یہ خدائی کارخانہ جس کی قدرت سے
الٰہی ہم علم بردار ہیں توحید کے تیرے
نہیں ہیں نا امّید اے ربّ اعلیٰ تیری رحمت سے
الٰہی زندگی نواب کی اب تلخ ہے لیکن
اسے شیریں بنا دے تو ہی ایمان کی حلاوت سے

تمّت بالخیر

(کتبہ خلیل احمد گنوری)

ملسہ